سلسلہ : رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد: نوّیں

رسالہ نمبر 7

۱۳۳۱ھ

بَرِیقُ الْمَنَار بِشُمُوْعِ الْمَزَار

(منارے کی چمک مزار کی شمعوں سے)

پیشکش : مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

رسالہ
بَرِیقُ الْمَنَارْ بِشُمُوْعِ الْمَزَارْ ١٣٣١ھ
(منارے کی چمک مزار کی شمعوں سے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم۔

مسئلہ ١٤٩: از لکھنؤ محلسرا ڈاکخانہ چوک مرسلہ مولوی محمد احمد صاحب علوی خلف مولوی حبیب علی صاحب مرحوم ٨ ذی الحجہ ١٣٣١ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزاراتِ اولیاء اللہ پر روشنی کرنا جائز ہے یانہیں؟ زید کہتا ہے کہ روشنی مزاراتِ اولیاء اللہ پر ناجائز ہے کیونکہ اس میں تعبد منظور ہوتا ہے، چنانچہ زید کی تحریر بجنسہ ذیل میں نقل کی جاتی ہے، آیا مسلک زید کا نزدیک علمائے دین ومفتیان شرع متین قابل قبول وعمل ہے
یانہیں؟

نقل تحریر زید یہ ہے:

میں بقسم شرعیہ اس کو باور کراتا ہوں کہ میں نے کوشش کی کہ چراغانِ قبور کا کسی تاویل سے استحسان ثابت ہوجائے تو میں رسم قدیم کی مخالفت نہ کروں، چنانچہ فتاوٰی عالمگیری کو دیکھا اس میں نکلا کہ اخراج الشموع الی المقابر بدعۃ لااصل لہ (مزارات پر چراغان کرنا بدعت ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ت) اسی طرح

فتاوٰی بزازیہ میں ہے۔ دُر مختار میں بھی یہی نکلا۔ پھر میں نے حدیث شریف کو دیکھا۔ مشکوٰۃ شریف میرے پاس تھی اس میں یہ حدیث نکلی:

لعن رسول اللہ زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرّج[1]۔ رواہ الترمذی والنسائی۔	لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زائرات قبور پر اور جو پکڑیں قبروں پر مسجدیں (یعنی قبروں کی طرف سجدہ کریں) اور قبروں پر چراغ روشن کریں۔ اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا۔

اس کے بعد میں نے حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی برادر شاہ عبدالعزیز صاحب ختم المحدثین کے فتوے مطبوعہ مطبع مجتبائی ص ۱۴ کو دیکھا اس میں لکھا ہے:

پس امداد بدعاء وختم واطعام بدعتے مباح است (یعنی در عرس سالانہ بزرگان دین اگر صلحائے وقت جمع شدہ قرآن شریف خوانند وخیرات کردہ ثواب رسانند مضائقہ ندارد، ایں رابدعت مباح باید گفت) وجہ قبح ندارد۔ اما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغ ہا وملبوس ساختن قبور وسرود ہا نواختن معازف بدعات شنیعہ اند حضور چنیں مجالس ممنوع اگر مقدور باشد محلِ حدیث من رای منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان[2] عمل باید کرد از مقام زجر پراگندہ کردن اسباب بدعت کافی[3]۔	دعا، ختم قرآن اور کھانا کھلانے کے ذریعے مدد کرنا ایک جائز بدعت ہے (یعنی بزرگان دین کے سالانہ عرس میں اگر اس زمانے کے نیک لوگ جمع ہو کر قرآن شریف پڑھیں اور خیرات کرکے ثواب پہنچائیں تو کوئی مضائقہ نہیں اسے بدعت مباحہ کہا جاسکتا ہے) قبیح ہونے کی کوئی وجہ نہیں، لیکن حرام باتوں کا ارتکاب جیسے چراغ روشن کرنا، قبروں کو ملبوس کرنا، گانے، باجے بجانا شنیع بدعتیں ہیں، ایسی مجلسوں میں شرکت منع ہے اگر قدرت ہو تو حدیث پاک "جو تم میں کوئی برائی دیکھے تو اپنے ہاتھ سے روک دے، یہ نہ ہوسکے تو زبان سے، یہ بھی نہ ہوسکے تو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے" پر عمل کرنا چاہئے، زجر کی جگہ اسباب بدعت کو منتشر کردینا کافی ہے (ت)

[1] الجامع للترمذی باب کراھۃ ان یتخذ علی القبر مسجداً نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۷۳

[2] الجامع للترمذی ابواب الفتن نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۳۱۶

[3] فتاوٰی شاہ رفیع الدین

اس کے علاوہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مالابدمنہ میں اور ارشاد الطالبین میں لکھا ہے کہ؟

"چراغاں کردن بدعت است، پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر شمع افروزاں نزد قبر وسجدہ کنندگان لعنت گفتہ"[4]۔ ارشاد الطالبین ص ۱۰	(قبور پر) چراغاں کرنا بدعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر کے نزدیک چراغاں کرنے اور سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ت)

خلاصہ یہ کہ چراغاں جو بغرض خاص تقرب کیا جاتا ہے یا بغرض زینت۔ یہاں تک کہ بعض لوگ منت مانتے ہیں اور اس کا ایفاء کرتے ہیں اور اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے ہیں، اس طرح جب کتبِ حدیث وفقہ وتحریراتِ علماء میں نکلا تو میں نے بلاخوف وخطر اس کو ترک کردیا اور جس قدر رقم کا تیل آتا تھا وہ میں نے شربت وبرف میں صرف کردیا۔ نظر انصاف سے دیکھا جائے کہ یہ کیا سنگین جرم ہے، نماز نہ پڑھے، جماعت کا پابند نہ ہو، ڈاڑھی منڈائے وہ سب قابل عفو ہے لیکن چراغاں نہ کرنا جس کے لیے اس قدر شدید وعید آئی ہے وہ ایسا جرم ہے کہ فورًا وہابیت کا دعوی دے دیا جاتا ہے۔ چونکہ اس کے کہنے والے اکثر جاہل ناخواندہ لوگ تھے میں نے اس کی طرف توجہ بھی نہیں کی، میں نے یہ سمجھا تھا کہ اگر صاحب فتاوٰی بزازیہ وعالمگیریہ وصاحب مشکوٰۃ اور شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی یہ سب وہابی ہیں تو میں الحمد للہ وہابی ہوں، یہ امر بھی قابل گزارش ہے کہ میں نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کو ایک عریضہ بھیجا اور اس میں استفتاء چراغان کا کہا اور جواب کے لیے ٹکٹ بھی رکھ دئے لیکن خاں صاحب موصوف نے اس کا جواب نہیں دیا، شکل یہ ہے کہ اگر حق جواب لکھا جائے تو پیرزادے ناخوش ہوتے ہیں اگر ناحق لکھا جائے تو قرآن وحدیث وفقہ کے خلاف ہوتا ہے، بہت تلاش سے بعض لوگوں کی تحریرات سے ایک آدھ چراغ کا جواز اس طرح سے نکلتا ہے کہ کسی دوسری مصلحت سے چراغ جلایا جائے، لیکن چراغاں کا جواز اگر آج بھی کسی مستند عالم کی کتاب سے نکل آئے تو مجھ کو اس معاملہ میں کد نہ ہوگی، صرف دو امور میں جس کی وجہ سے لوگوں کو خلجان ہوتا ہے:

اول یہ کہ پیرزادے اس کو کرتے چلے آئے ہیں مگر پیرزادوں کا فعل ناسخ قول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں ہے، پیرزادگان کچھ معصوم نہیں ہیں، صالح ہوں، اہل اللہ ہوں، لیکن معصوم نہیں، جہاں تک ہزاروں نیک مشائخ زمانہ کرتے ہیں وہاں ایک امرِ ناجائز بھی کسی مصلحت سے انھوں نے کرلیا، خدا تعالیٰ معاف کرنے والا ہے، غور سے دیکھا جائے کہ غیر محارم کے سامنے آنا شرعًا جائز ہوجائے گا۔

دوسرا امر باعثِ خلجان یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں قبر مبارک پر روشنی ہوتی ہے، اس خطرے کو جواب حسب ذیل ہیں:

(۱) تعامل حرمین شریفین کا بعد قرون ثلٰثہ مشہود لہا بالخیر کے سند نہیں ہے۔

[4] مالابدّمنہ (فارسی) کتاب الجنائز مکتبہ شرکت علمیہ ملتان ص ۷۰ و ۷۱

(۲) قبر شریف حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں واقع ہے جس کے چاروں طرف مسجد نبوی ہے اور مسجد میں روشنی کرنے کا ثواب احادیث میں موجود ہے۔

(۳) قبر شریف درحقیقت روپوش ہے آج ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے سیڑھی لگا کر دیکھنا چاہا ناکامیاب رہا۔

(۴) مدینہ منورہ میں روشنی منجانب سُلطان ٹرکی ہوتی ہے، گورنمنٹ ٹرکی نے عثمانیہ بینک قائم کرکے سود کا لین دین شروع کردیا ہے، کیا گورنمنٹ کے بھی فعل سے سود جائز ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

(۵) نزدیک اہلسنت والجماعت کے حجت شرعی صرف چار ہیں: قرآن وحدیث واجماع وقیاس مجتہدین صرف تعامل حرمین کوئی سند نہیں۔

(۶) بڑا حصہ حرمین شریفین کا داڑھی کترواتا ہے، کیا داڑھی کتروانے کے جواز میں کوئی شخص یہ سند پیش کرسکتا ہے کہ وہاں کے لوگ داڑھی کترواتے ہیں، لہٰذا یہ فعل جائز ہے، وہاں کے علماء سے خود فتوٰی لیا جائے وہ داڑھی کتراتے چراغاں کرنے کو یقینا ناجائز کہیں گے۔

(۷) اب ایک تاویل ضعیف اور ایجاد ہوئی ہے کہ متقدمین ومتاخرین کسی کو بھی نہیں سوجھی، یعنی قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت ہے لیکن قبر کے گرد جلانے میں ممانعت نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف میں لفظ علٰی بمعنی پر واقع ہے، اردو میں کیا قبر پر چڑھاوا صرف اسی کو کہتے ہیں جو خاص اس جگہ پر کیا جائے جتنے حصہ کو قبر کہتے ہیں، بعض قبر کی صورت کوہانِ شتر کے مانند ہوتی ہے اس پر چڑھاوا غالبًا ممکن بھی نہ ہوگا، لیکن قبر پر چڑھاوا تو اتنا وسیع ہے کہ گرد قبر سے بلکہ دروازے کے آس پاس بھی کوئی رکھ دے تو وہ قبر کا چڑھاوا سمجھا جائے گا اور رسول خدا (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے فرمانے کی یہ تاویل ضعیف ہے۔ قرآن شریف سورہ کہف میں لَنَتَّخِذَنَّ عــہ عَلَیۡہِمۡ مَّسۡجِدًا ﴿۲۱﴾ [5] (قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔ت) کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ اصحابِ کہف کے سینہ پر سنگِ بنیاد مسجد کا رکھیں گے، **استغفر اللہ**۔ ایک صاحب نے یہ کمال کیا کہ ملا علی قاری کی نسبت کہہ دیا کہ انھوں نے گرد قبر کے چراغ جلانے کو جائز کہا ہے، حالانکہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۷۴ میں حدیث مندرجہ مشکوٰۃ شریف مذکور بالا کی شرح میں انھوں نے صرف مسجد کو اطرافِ قبر میں بنانے کی اجازت اس بنیاد پر دی ہے کہ عبادت یہود ونصارٰی یہ تھی کہ وہ قبر پر مسجد بناتے تھے، اور چونکہ مشابہت یہود ونصارٰی کی وجہ سے ممانعت ہوئی تھی لہٰذا جب مشابہت نہ رہی تو یہ فعل جائز ہوگیا۔ لیکن چراغ کی ممانعت کے وجوہ حضرت ملا علی قاری نے

عــہ: زید کی اصل عبارت میں تتخذون ہے۔

---

[5] القرآن ۱۸ / ۲۱

تین لکھے ہیں:

اوّلاً تضییع مال۔

دوم چراغ کا آثار جہنم سے ہونا بوجہ ناریت۔

سوم تعظیم قبور۔

ہر گز ملا قاری نے گرد قبر کے چراغ جلانے کی اجازت نہیں دی ہے، یہ ان پر اتہام ہے۔ سمجھنے کی بات ہے کہ جوانھوں نے وجوہ ممانعت لکھے ہیں کیا وہ گرد قبر کے چراغ جلانے سے جاتے رہیں گے جو وہ اجازت دیتے ہیں، بقسمِ شرعی باور کراتا ہوں کہ اگر کسی عالم مستند نے چراغاں قبر کے لیے جلانے کو جائز کردیا ہو تو میں پہلا شخص اس تاویل پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں گا، سچ یہ ہے کہ مجاوروں نے جن کے لیے قبور ذریعہ معاش ہیں انھوں نے ان باتوں کی ایجاد کی ہے۔ یہ سب بحث چراغ جلانے میں ہیں نہ کہ چراغاں میں، جو محض تعبداً یعنی ازراہ تقرب کیا جاتا ہے، لوگ تیل بتی کی منت مانتے ہیں، سال کے سال شب عرس کو کرتے اور اس کو مذہبی فعل سمجھتے ہیں، اگر تقرب یعنی تعبد منظور نہیں ہوتا تو لوگ چراغاں بزرگوں کی قبر پر کیوں کرتے ہیں، کسی فاسق فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے! اس سے ظاہر ہے کہ منشاءِ چراغاں محض تقرب یعنی تعبد ہے۔ اگر ایسی تاویل جائز سمجھی جائے تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ چراغ جلائے کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے، **استغفر اللہ**! یہ تو حدیث کے ساتھ مضحکہ کرنا ہے۔ اگر اس وعید کے بعد بھی کوئی شخص پھر اس میں خلاف کرے یا کٹ حجتی کرے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات قبر میں تصفیہ کے قابل ہے۔ موسٰی بدین خود، عیسٰی بدین خود، انتہی تحریر زید

اب جو کچھ از رراہ انصاف وتتبع کتب حضرات اہلسنت والجماعت محقق ہووے اس سے معزز فرمائے، اور کیا یہ اقوال زید کے صحیح اور موافق سلف کے ہیں، بہ تشریح وتفصیل تام ارشاد ہو، اللہ تعالٰی آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب:

اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ سَرْمَدًا، صَلِّ عَلٰی سِرَاجِكَ الْمُنِیْرَ وَاٰلِهٖ اَبَدًا یَاَ نُوْرَ النُّوْرِ یَانُوْرُ قَبْلَ کُلِّ نُوْرٍ بَعْدَ کُلِّ نُوْرٍ۔ لَكَ النُّوْرُ وَبِكَ النُّوْرُ وَمِنْكَ النُّوْرُ وَاِلَیْكَ النُّوْرُ وَاَنْتَ النُّوْرَ وَنُوْرَۃُ النُّوْرِ صَلِّ عَلٰی	اے اللہ! تیرے لیے دائمی حمد ہے۔ اپنے سراج منیر اور ان کی آل پر ہمیشہ رحمت نازل فرما۔ اے نور، اے نور کے نور، اے ہر نور قبل نور، اے نور کے بعد نور، تیرے لیے نور ہے، تجھ سے نور ہے، تیری طرف نور ہے، تو نور اور نور کا نور ہے اپنے نور انوار پر، اور ان کی آل پر

نُوْرِكَ الْاَنْوَرَ وَاٰلِهِ السُّرُجَ الْغُرَرِ وَصَحْبِهِ الْمَصَابِيْحِ الزُّهْرِ صَلٰوةً تُنَوِّرُ بِهَا وُجُوْهَنَا وَصُدُوْرَنَا وَقُلُوْبَنَا وَقُبُوْرَنَا اٰمِيْن۔	جو روشن چراغ ہیں اور ان کے اصحاب پر جو تابناک مصباح ہیں درود نازل فرما ایسا درود جس سے ہمارے چہرے، ہمارے سینے، ہمارے دل اور ہماری قبریں روشن ہوجائیں، الٰہی قبول فرما۔(ت)

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی قدسنا اللہ بسرہ القدسی کتاب مستطاب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد دوم ص ۴۲۹ میں فرماتے ہیں:

قال الوالد رحمه الله تعالٰی فی شرحه علٰی شرح الدرر من مسائل متفرقة اخراج الشموع الی القبور بدعة اتلاف مال کذا فی البزازیة اھ وھذا کله اذاخلا عن فائدة واما اذاکان موضع القبور مسجدا اوعلٰی طریق اوکان ھناك احد جالس اوکان قبر ولی من الاولیاء اوعالم من المحققین تعظیمًا لروحه المشرقة علٰی تراب جسده کاشراق الشمس علی الارض اعلامًا للناس انه ولی لیتبرکوا به ویدعوا الله تعالٰی عنده فیستجاب لھم فھو ا مرجائز لامنع منه والاعمال بالنیات[6]۔	یعنی والد رحمہ اللہ تعالٰی نے حاشیہ درر و غرر میں فتاوٰی بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے، یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے خالی ہو، اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سرراہ ہیں یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے وہاں شمعیں روشن کریں ان کی روح مبارک کی تعظیم کے لیے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر، تاکہ اس روشنی کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے تاکہ اس سے تبرک کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ امر جائز ہے اس سے اصلًا ممانعت نہیں، اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے،

پھر فرماتے ہیں:

روی ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما ان رسول الله صلی الله	ابوداؤد اور ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[6] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰

تعالٰی علیه وسلم لعن زائرات القبور و المتخذین علیھا المساجد والسرج ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثا من غیر فائدۃ [7]۔ کماذکرنا۔	نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی یعنی اُن لوگوں پر جو کسی فائدہ کے بغیر قبروں پر چراغ جلاتے ہیں جیساکہ ہم نے ذکر کیا ہے (ت)

یعنی یہ مذکورہ بالاحدیث کہ راویت کی گئی ہے۔اس سے بھی مراد وہی صورت ہے کہ محض عبث بلافائدہ قبور پر شمعیں روشن کریں ورنہ ممانعت نہیں، ملاحظہ ہو وہی حدیث ہے وہی عبارت فتاوٰی بزازیہ ہے، ان علامہ جلیل القدر عظیم الفخر رحمہ اللہ تعالٰی نے ان کے معنی روشن فرمادئے اور تصریحًا ارشاد کیا کہ مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدہ کے لیے ہو ہرگز منع نہیں، فائدہ کی متعدد مثالیں فرمائیں:

(۱) وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔

(۲) مقابر بر سر راہ ہوں روشنی کرنے سے راہ گیروں کو نفع پہنچے گا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین دیکھ کر سلام کریں گے۔ فاتحہ پڑھیں گے، دعا کریں گے، ثواب پہنچائیں گے، گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے، اور اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔

(۳) مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصال ثواب یا افادہ یا استغفار کے لیے آیا ہے تو اسے روشنی سے آرام ملے گا، قرآن عظیم دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔

(۴) وہ تینوں منافع مزارات اولیاء کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم کو بھی بروجہ اولٰی شامل تھے کہ مزارات مقدسہ کے پاس غالبًا مساجد ہوتے ہیں، گزرگاہ بھی بہت جگہ ہے اور حاضرین زائرین خواہ مجاورین سے تو نادرًا خالی ہوتے ہیں مگر امام ممدوح ان پر اکتفانہ فرما کر خود مزارات کریمہ کے لیے بالتخصیص روشنی میں فائدہ جلیلہ کا افادہ فرماتے ہیں کہ ان کی ارواح طیبہ کی تعظیم کے لیے روشنی کی جائے۔

اقول: ظاہر ہے کہ روشنی دلیل اعتناء ہے اور اعتناء دلیل تعظیم۔ اور تعظیم اہل اللہ ایمان و موجب رضائے رحمان عزجلالہ۔ قال اللہ عزوجل:

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ [8]	جو الٰہی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

[7] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰

[8] القرآن ۲۲/ ۳۲

وقال اللہ تبارک وتعالٰی

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ[9]۔	جو الٰہی آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بہتری ہے۔

اس کی نظیر مصحف شریف کا مطلّا ومذہب کرنا ہے کہ اگرچہ سلف میں نہ تھا، جائز ومستحب ہے کہ دلیل تعظیم وادب ہے۔ درمختار میں ہے:

جاز تحلیة المصحف لما فیه من تعظیمه کما فی نقش المسجد[10]۔	مصحف شریف مطلّا ومذہب کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں اس کی تعظیم ہے جیساکہ مسجد کو منقش کرنے میں (ت)

یوں ہی مساجد کی آرائش ان کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش ونگار کہ صدرِ اول میں نہ تھے، بلکہ یہ حدیث میں تھا:

لتزخرفنّها کما زخرفت الیهود والنصارٰی[11]۔ رواہ ابو داؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما۔	تم مسجدوں کی آرائش کروگے جیسے یہود ونصارٰی نے آرائش کی، اسے ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

مگر اب ظاہری تزک واحتشام ہی قلوب عامہ پر اثر تعظیم پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا ائمہ دین نے حکم جواز دیا۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لایکرہ نقش المسجد بالجص وماء الذهب[12]۔	گچ اور سونے کے پانی سے مسجد میں نقش بنانا مکروہ نہیں ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله کما فی نقش المسجد ای ماخلا محرابه ای بالجص وماء الذهب[13]۔	اس کا قول، جیساکہ مسجد کی آرائش میں، یعنی محراب کے علاوہ، یعنی گچ اور سونے کے پانی سے۔ (ت)

[9] القرآن ۲۲/ ۳۰

[10] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[11] سنن ابوداؤد باب فی بناء المسجد آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۵

[12] تبیین الحقائق فصل کرہ استقبال القبلہ مطبعۃ کبریا میریہ مصر ۱/ ۱۶۸

[13] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب فی البیع ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۵/ ۲۴۷

(۳) یونہی مسجدوں کے لیے کنگرے بنانا کہ مساجد کے امتیاز اور دور سے ان پر اطلاع کا سبب ہیں، اگرچہ صدرِ اول میں نہ تھے، بلکہ یہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا تھا:

اِبْنُوْا الْمَسَاجِدَ واتخذوھا جُمًّا [14] ۔ رواہ ابن ابی شیبۃ والبیہقی فی السنن عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	مسجدیں مُنڈی بناؤ، اسے ابن ابی شیبہ نے اور سنن میں بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۔(ت)

دوسری حدیث میں ہے:

اِبْنُوْا مَسَاجِدَکُمْ جُمًّا وَابْنُوْا مَدَآئِنَکُمْ مُشْرَفَۃً [15] ۔ رواہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	یعنی مسجدیں مُنڈی بناؤ اُن میں کنگرے نہ رکھو، اور اپنے شہر اونچے کنگرے دار بناؤ__ اسے مصنف میں ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا (ت)

مگراب بلانکیر مسلمانوں میں رائج ہے۔

وَمَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَاللہِ حَسَن [16] ۔	اور جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ خدا کے یہاں بھی اچھا ہے (ت)

امام ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں:

استنبط کراھیۃ زخرفۃ المسجد لاشتغال قلب المصلی بذٰلك اولصرف المال فی غیر وجھہ نعم اذا اوقع ذلك علی سبیل تعظیم المساجد ولم یقع الصرف علیہ من بیت المال فلا باس بہ ولواوصی بتشیید مسجد وتحمیرہ وتصفیرہ نفذت وصیّتہ لانہ قدحدث للناس	یعنی حدیث سے مستنبط کیا گیا ہے کہ مسجدوں کی آرائش مکروہ ہے کہ نمازی کا خیال بٹے گا یا اس لیے کہ مال بیجا خرچ ہوگا۔ ہاں اگر تعظیم مسجد کے طور پر آرائش واقع ہو اور خرچ بیت المال سے نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، اور اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ اس کے مال سے مسجد کی گچ کاری اور اس میں سرخ وزرد رنگ کریں تو وصیت نافذ ہوگی کہ لوگوں میں جیسی

[14] السنن الکبرٰی باب فی کیفیۃ بناء المسجد دار صادر بیروت ۲/ ۴۳۹
[15] المصنف لابن ابی شیبہ ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۰۹
[16] مسند احمد بن حنبل دار الفکر بیروت ۱/ ۳۷۹

فتاوی بقدر ما احدثوا وقد احدث الناس مؤمنهم وکافرهم تشييد بيوتهم وتزيينها ولوبنينا مساجد ناباللبن وجعلنها متطامنة بين الدور الشاهقة و ربما کانت لاهل الذمة لکانت مستهانة[17]۔	نئی نئی باتیں پیدا ہوتی گئیں ویسے ہی ان کے لیے فتوے نئے ہوئے کہ اب مسلمانوں کافروں سب نے اپنے گھروں کی گچکاری اور آرائش شروع کردی، اگر ہم ان بلند عمارتوں کے درمیان جو مسلمین تو مسلمین کافروں کی بھی ہوں گی کچّی اینٹ اور نیچی دیواروں کی مسجدیں بنائیں تو نگاہوں میں ان کی بے وقعتی ہوگی۔

اسی قبیل سے ہے مزارات اولیاء کرام وعلمائے عظام قدست اسرارہم پر عمارات کی بناکہ باوصف حدیث مسلم وابوداؤد ونسائی ومسند احمد:

عن جابر رضی الله تعالی عنه نهی النبی صلی الله تعالی عليه وسلم ان يقعد علی القبروان يجصص وان يبنی عليه[18]۔	حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے، اسے گچ سے پکی کرنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا۔(ت)

جس میں صراحۃً اس کی ممانعت ارشاد ہوئی ہے سلفاً وخلفاً ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے جائز رکھی تکملہ مجمع بحارالانوار جلد ثالث صفحہ ۱۴۰ میں ہے:

قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولياء والعلماء ليزورهم ويستريحون فيه[19]۔	بیشک ائمہ سلف صالحین نے اہل فضل اولیاء وعلماء کے مزارات طیبہ پر عمارت بنانا مباح فرمادیا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور ان میں راحت پائیں۔

جواہر اخلاطی میں ہے:

هو وان کان احداثا فهو بدعة حسنة وکم من شيئ کان احداثا وهو بدعة حسنة وکم من شيئ يختلف باختلاف	یعنی یہ اگرچہ نَو پیدا ہے پھر بھی بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں ہیں کہ نئی پیدا ہوئیں اور ہیں اچھی بدعت، اور بہت احکام ہیں کہ زمانے یا مقام کی تبدیلی سے

[17] ارشاد الساری شرح البخاری باب بنیان المساجد دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۴۰
[18] صحیح مسلم کتاب الجنائز البناء علی القبر نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۳۱۲
[19] تکملہ بحارالانوار تحت لفظِ قبر منشی نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۴۰

الزمان والمکان۔[20]	بدل جاتے ہیں۔

یعنی ایسی جگہ احکامِ سابقہ سے سند لانا حماقت ہے، جو حاجت اب واقع ہوئی اگر زمانہ سلف میں واقع ہوتی تو وہ بھی حکم کرتے جواس وقت ہم کرتے ہیں، جیسے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہانے فرمایا:

لَوْرَاٰی النّبِی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مَآاَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَھُنَّ الْمَسَاجِدَ کَمَا مُنِعَتْ نَسَاءُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ[21]۔	یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب تک نکالی ہیں، انھیں مسجدوں سے منع فرمادیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجدوں سے منع کیا گیا تھا۔ (ت)

اور آخر ائمہ دین نے عورات کو مسجدوں سے منع فرماہی دیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

اَتَمْنَعُوْا اِمَاء اللہِ مَسَاجِدَ اللہِ[22]۔ رواہ احمد ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	اللہ تعالٰی کی باندیوں کو اللہ تعالٰی کی مسجدوں سے نہ روکو اسے امام احمد و مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا (ت)

کیا ائمہ دین نے نظر بحال زمانہ جو حکم فرمایا اسے حدیث کی مخالفت کہا جائے گا؟ حاش للہ! ایسا نہ کہے گا مگر احمق، کج فہم، یوں ہی یہ تازہ تعظیموں کے احکام ہیں۔ سلف صالحین کے قلوب تعظیم شعائر اللہ سے مملو تھے۔ ظاہری تزک واحتشام کے محتاج نہ تھے، تو ان کے وقت میں یہ باتیں عبث وبے فائدہ تھیں اور ہر عبث مکروہ۔ اور اس میں مال صرف کرنا ممنوع، اب کہ بے تزک واحتشام ظاہری قلوب عوام میں وقعت نہیں آتی ان باتوں کی حاجت ہوئی، مصحف شریف پر سونا چڑھانے کی اجازت ہوئی مسجدوں میں سونے کے کلس، سونے چاندی کے نقش نگار کی اجازت ہوئی، مزارات پر قبہ بنانے، چادر ڈالنے، روشنی کرنے کی اجازت ہوئی، ان تمام افعال پر بھی احادیث واحکام سابقہ پیش نہ کرے گا مگر سفیہ ونافہم۔ یہ مختصر شرح ہے اس ارشاد امام ممدوح قدس سرہٗ کی، اور اس کی تفصیل بازغ وتحقیق بالغ ہمارے رسالہ طوالع النور فی حکم السراج علی القبور میں ہے **وباللہ التوفیق**۔

یہی امام جلیل کشف النور میں، پھر علامہ شامی ردالمحتار فصل اللبس اور عقود الدریہ مسائل شتی میں مزارات اولیاء کرام پر غلاف ڈالنے کی نسبت بھی اسی تعظیم سے استدلال فرماتے ہیں کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے

[20] جواہر الاخلاطی کتاب الاحسان والکراہیۃ قلمی نسخہ ص ۱۶۸۔ ب
[21] صحیح مسلم باب خروج الفساد الی المساجد نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۸۳
[22] صحیح مسلم باب خروج الفساد الی المساجد نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۸۳

اپنے فتاوٰی میں اسے بیان کیا ہے۔ت) اس کے علاوہ خاص روشنی مزار کریم کی نسبت ان سے بھی بہت اقدم امام اجل واقلم کا ارشاد بعونہٖ تعالٰی عنقریب آتا ہے۔زید نے ایک ہی عالم مستند کا قول ملنے پر قبول وسر نہادن کا وعدہ کیا تھا۔ان تحقیقات ائمہ مستندین اجلہ معتمدین ووعدہٗ زید کے بعد زیادہ کی حاجت نہیں، مگر اجمالاً بعض جملے اور گزارش ہوں کہ عوام بھائی شبہہ میں نہ پڑیں، **واللہ الموفق**:

(۱) امام ممدوح قدس سرہ نے جس طرح اصل مسئلہ کا فیصلہ فرمایا، زید کے اس بے معنٰی اعتراض کی بھی کہ "اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے" غلطی ظاہر فرمادی کہ ان پہلے تین فوائد عامہ کے بعد چوتھے فائدہ میں خاص مزارات اولیاء کرام کی تخصیص فرمائی، نیز اس کا وجوب ائمہ سلف دے چکے ہیں جن کا ارشاد مجمع بحارالانوار سے گزرا کہ مزارات اولیاء کرام وعلمائے عظام پر بنائے عمارت جائز ہے، عوام وفساق کی قبور پر کیوں نہ اجازت دی،

اقول: آدمی اگر آیہ کریمہ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ[23] (وہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ ان کی پہچان ہو جائے تو انھیں ایذا نہ دی جائے، ت) کہ حکمتِ جلیلہ سے آگاہ ہو جس سے وجہ استنباط طوالع النور میں مذکور تو ایسا مہمل اعتراض ہر گز خیال میں بھی نہ آئے۔امام ممدوح قدس سرہ نے زید کے اس سوال کا کہ "بزرگوں کی قبروں پر کیوں کرتے ہیں، کسی فاسق وفاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے" جواب ارشاد فرمایا کہ **تعظیمًا لروحہ المشرقة علٰی تراب جسدہ**[24] الخ یعنی ان کی روح کی تعظیم کی جاتی ہے اور لوگوں کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ مزار محبوب کا ہے اس سے تبرک وتوسل کرو کہ تمھاری دُعا مستجاب ہو۔

امام ممدوح قدس سرہ نے زید کے اس توہم کا بھی علاج فرمادیا کہ **تعظیما لروحہ** (ان کی روح کی تعظیم کے لیے۔ت) **معاذ اللہ**! یہ تو ان کی عبادت نہیں ان کی روح پاک کی تعظیم ہے۔ہر تعظیم عبادت ہو تو تعظیم انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام تو نصوص قطعیہ قرآن عظیم سے فرض ہے۔قال اللہ تبارک وتعالٰی:

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ[25]۔	ہم نے اپنے رسول کو اس لیے بھیجا کہ اے لوگو! تم اللہ ورسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔

وقال تبارك وتعالٰی:

[23] القرآن ۳۳/ ۵۹

[24] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰

[25] القرآن ۴۸/ ۹

اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الی قول عزو جل فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِہٖ وَعَزَّرُوۡہُ وَنَصَرُوۡہُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَہٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾ [26]	وہ جو پیروی کریں گے اس رسول نبی اُمی یعنی بے پڑھے غیب کے علوم جاننے بتانے والے کی، توجو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس کے ساتھ جو نور اترا اس کے پیرو ہوں وہی لوگ مراد کو پہنچیں گے۔

وقال اللہ تبارک وتعالٰی:

لَئِنۡ اَقَمۡتُمُ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَیۡتُمُ الزَّکٰوۃَ وَاٰمَنۡتُمۡ بِرُسُلِیۡ وَعَزَّرۡتُمُوۡہُمۡ وَاَقۡرَضۡتُمُ اللہَ قَرۡضًا حَسَنًا لَّاُکَفِّرَنَّ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۚ [27]	بیشک اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوۃ دیا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور میرے رسولوں کی تعظیم کرو اللہ کے لیے قرض حسن دو تو ضرور میں تمہارے گناہ تم پر سے اتار دوں گا ضرور تمھیں بہشتوں میں داخل فرماؤں گا جن کے نیچے نہریں بہیں۔

بلکہ قرآن عظیم نے توماں باپ کی تعظیم بھی فرض کی۔ قال اللہ تبارک و تعالٰی:

وَاخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ [28]۔	اور جھکادو تم ان (ماں باپ) کے واسطے نرمی کے بازو رحمت سے۔

کیا معاذ اللہ قرآن عظیم نے انبیاء و والدین کی عبادت کا حکم فرمایا ہے!

(۴) امام ممدوح قدس سرہ نے شبہہ تعظیم قبر کا بھی جواب فرمادیا کہ:

تعظیما لروحہ الی قولہ قدس سرہ و الاعمال بالنیات [29]۔	یعنی تعظیم خشت وگل نہیں بلکہ روح محبوب کی تعظیم مقصود ہو جو بلاشبہہ محمود ہے اور اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

اللہ اللہ! کیسے نفیس وجامع کلمات ارشاد فرمائے، گویا اپنے نور باطن سے ادراک فرمالیا تھا کہ زید وامثالہ کو یہ شبہات عارض ہوں گے، سب کا جواب ان دو لفظوں میں فرمادیا کہ تعظیما لروحہ۔

---

[26] القرآن ۷/ ۱۵۷

[27] القرآن ۵/ ۱۲

[28] القرآن ۷/ ۲۴

[29] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰

(۵) زید نے کبھی تعبد کو تقرب سے تعبیر نہیں کیا کہ " محض تعبداً یعنی از راہ تقرب کیا جاتا ہے "اور کبھی تقرب کو تعبد سے تفسیر کیا کہ "اگر تقرب بمعنی تعبد منظور نہیں تقرب یعنی تعبد ہے" گویا اس کے خیال میں تقرب و تعبد شیئ واحد یعنی ایک ہی چیز ہے، یہ محض باطل ہے، بلکہ تقرب تعبد کے اعم سے اعم ہے، تعبد سے تعظیم اعم ہے کما علمت (جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔ت) اور تعظیم سے تقرب اعم ہے کہ بنائے رباط وارسال ہدایا۔ تقرب ہے تعظیم نہیں وتفصیل المقام فی تعلیقاتنا علٰی ردالمحتار (اور اس مقام کی تفصیل ہمارے حاشیہ ردالمحتار میں ہے۔ت)

(٦) اسے تقرب بروجہ تعبد بتانا مسلمانوں پر کیسی سخت بدگمانی اور اس پر جرم کرنا مسلمان پر کیسا صریح ظلم وافتراء ہے۔ درمختار میں منیۃ الفتاوٰی وذخیرۃ وشرح وہبانیہ سے ہے:

انا لانسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الاٰدمی بھٰذا النحو۔[30]	کسی مسلمان کے متعلق ہم یہ بدگمانی نہیں کرسکتے کہ وہ کسی انسان کی طرف اس طرح کا تقرب کرے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای علی وجہ العبادۃ لانہ المکفر وھذا بعید من حال المسلم [31]۔	یعنی عبادت کے طور پر تقرب اس لیے کہ اس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور یہ مسلمان کے حال سے بعید ہے۔ (ت)

طرفہ یہ کہ زید نے کہا" پیرزادے اس کو کرتے چلے آئے ہیں مگر پیرزادہ گان صالح ہوں، اہل اللہ ہوں معصوم نہیں، جہاں ہزاروں نیک کام مشائخ زمانہ کرتے ہیں، ایک یہ ناجائز بھی کسی مصلحت سے کرلیا، خدا معاف کرنے والا ہے۔" سبحان اللہ ! صالح بھی ہیں، اہل اللہ بھی ہیں، اور غیر خدا کے عابد بھی ہیں، اس سے بڑھ کر محال کیا ہوگا!

(۸) جب زید کے نزدیک وہ تعبد ہے تو قطعاً شرک ہوا، اور شرک ہرگز معاف نہ ہوگا اِنَّ اللہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ [32] (بیشک اللہ شرک کو نہیں بخشتا۔ت) پھر اس جملہ کا کیا محل رہا کہ "خدا معاف کرنے والا ہے۔"

(۹) جب ہزارہا بندگان صالحین واہل اللہ پر یہاں تک بدگمانی ہے کہ تعبد غیر کا الزام ان کے سر تھوپا جاتا ہے، اور نہ صرف ظن بلکہ اس پر جزم کیا جاتا ہے۔ تو اس کی کیا شکایت کہ فقیر کے پاس سے جواب مسئلہ نہ پہنچنے کو پیرزادوں کی رعایت کے سبب سکوت عن الحق پر محمول کیا، فتاوٰی میں اس سوال کے جواب میں ، متعدد مقامات پر مذکور سالہا سال سے اس پر مستقل فتوٰی مرقوم۔ خاص اس باب میں چھبیس برس سے رسالہ " طوالع النور "مکتوب،

---

[30] درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۰

[31] ردالمحتار کتاب الذبائح ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۵/ ۱۹۷

[32] القرآن ۴/ ۴۸

پھر رعایت وخوف سے سکوت کیا معنی ! فقیر کے یہاں علاوہ ردِّ وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی ودیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے کار فتوٰی اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ شہر ودیگر بلاد امصار جملہ اقطار ہندوستان وبنگال وپنجاب وملیبار وبرہما وارکان وچین وغزنی وامریکہ وافریقہ حتی کہ سرکار حرمین شریفین محترمین سے استفتاء آتے ہیں اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہوجاتے ہیں۔ اس میں اگر جواب میں تاخیریں ہوں یا بعض استفتاء تحریرِ جواب سے رہ جائیں تو کیا جائے شکایت ہے لایکلف لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا[33] (خدا کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بناتا۔ت) ان صاحب کا استفتاء باوصف تلاش کاغذات میں نہ نکلا، ممکن ہے کہ ہجوم انبار میں نہ ملا ہو یا آیا ہی نہ ہو یا بھیجا ہی نہ ہو اور جس طرح اہل اللہ پر تعبد غیر کا خیال بندھ گیا اس کا بھیجنا متخیل ہوا ہو۔ بہر حال رعایت کی صورت یہ نہیں ہوتی، ہاں ہاں ! کھلی کھلی رعایت واغماض اور اپنے ساختہ متبوع کی خاطر حق سے صریح اعراض وہ ہے جو حضرات دیوبند کرتے ہیں، اسمٰعیل دہلوی صاحب نے اپنی کتاب مسمّٰی بہ "ایضاح الحق" میں زمان ومکان وجہت سے اللہ عزوجل کو منزہ ماننا اور اس کے دیدار بلاکیف وجہت ومحاذات حق جاننا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے بتایا جبکہ اس عقیدہ کو کوئی دینی عقیدہ تصور کرے جس سے صاف روشن کہ مذہبی طور پر اللہ عزوجل کو زمان ومکان وجہت سے پاک جاننا اور اس کا دیدار بلاکیف ماننا ضلالت وگمراہی وفی النار ہے۔ اور اہل سنت کے تمام ائمہ سلف وخلف معاذاللہ سب بدعتی وگمراہ تھے، ایک مسلمان نے دہلوی صاحب کے اس اقوال کا دیوبندی صاحبوں سے استفتاء کیا اور حسبِ دستور مسائل عمرو، بکر لکھ کر دریافت کرتے ہیں دہلوی صاحب کا نام نہ لکھا اس پر عالیجناب شیخ الگنا گہہ جناب مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب نے یہ جواب تحریر فرمایا:

الجواب:

"یہ شخص اہلسنت وجماعت صالحین سے جاہل اور بے بہرہ ہے اور یہ اعتقاد اور مقولہ جو درج سوال ہے کفر ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ حضرت سلف صالحین اور ائمہ دین کا یہی مذہب ہے اور یہی احادیث صحیحہ وکلام شریف کی آیات سے ثابت ہے کہ حق تعالٰی جل شانہ زمان ومکان وجہت سے پاک ہے، اور دیدار اس کا بہشت میں مسلمانوں کو نصیب ہوگا، چنانچہ عقاید اس سے مشحون ہیں، واللہ تعالٰی اعلم، بندہ رشید احمد گنگوہی۔" اور اس پر حضرات دیوبند مولوی محمود حسن صاحب وعزیز الرحمان صاحب وغیر ہما نے مہریں کیں، اور جناب اسمٰعیل صاحب دہلوی پر بددین، ملحد، زندیق کی چوٹیں جڑیں، علی الخصوص ہمارے ذکر کے قابل عالیجناب مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب ہیں جنھوں نے اس حکم کفر دہلوی صاحب پر یوں تصدیق فرمائی: "الجواب الصحیح۔ اشرفعلی عفی عنہ"۔

---

[33] القرآن ۲/ ۲۸۶

جب حضرات یہ فتوٰی دے چکے، اب مسلمانوں نے پندرہ سوال کا استفتاء ان حضرات سے کیا اور اسمٰعیل دہلوی صاحب اور ان کی ناقص کتاب "ایضاح الحق" کا نام وکلام کھول کر دکھایا کہ مفتی صاحبو! وہ شریعت کا حکم اب بھی مانوگے یا طائفہ کے پیر جی کو خدا کی حکومت سے باہر جانوگے؟ ۲۸ صفر ۱۳۲۹ھ کو یہ استفتاء طبع ہو کر شائع ہوا، تین برس ہونے کو آئے ہیں سب صاحب ساکت وخاموش در خوابِ خرگوش، مشکل تو یہ ہے کہ بولیں تو کیا بولیں، قسمت کا لکھا کیونکر دھولیں، اپنے منہ اپنے امام الطائفہ پر کفر کا فتوٰی لگا چکے ہیں اب اس سے پھریں توکیونکر، اور امام الطائفہ پر حکمِ کفر کریں تو کیونکر؟ اب وہ فتوٰی سانپ کے منہ کی چھچھوندر ہوگیا کہ اگلے تو اندھا، نگلے تو کوڑھی، چار ناچار سکوت کی اوڑھی، اسے حق پوشی کہتے ہیں، اسے ناحق کوشی کہتے ہیں، اسے پیر جی پرستی کہتے ہیں، اسے بادہ خیانت کی بدمستی کہتے ہیں، بلا پس ہو، جواب نہ دیتے دل میں پشیماں تو ہوتے کہ جسے خود اپنے فتووں میں کفر بکنے والا، بددین ملحد، زندیق لکھ چکے، اب تو اس کی غلامی چھوڑیں، اسے پیشوا ماننے سے منہ موڑیں، مگر حاشا ؂

چُھٹتی کہاں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

اب تک وہ ویسا ہی چنین وچناں، ویسا ہی امام، یہ اس کے ویسی ہی چناں چنیں، ویسے ہی غلام۔

مسلمانو! انصاف کرو، یہ کون سا دین ہے، کون سی دیانت ہے، اور اس پر ادعائے ایمان وامانت ہے، **ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔**

مسلمانو! اس کا تعجب نہیں کہ اللہ واحد قہار محمد رسول اللہ سید الابرار جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سخت سے سخت توہینیں کرنے والے کیوں اپنے باطل پر ایسے اڑے ہیں؟ کیوں چاہِ ضلالت میں اوپر تلے یوں اوندھے پڑے ہیں، عجب تو یہ ہے کہ دیکھنے والے یہ کچھ ان کے کوتک دیکھیں اور پھر ان کے جُبّہ ودستار کے دام میں پھنسیں، گویا یہ حرکات ایک سہل سی بات، ناقابل التفات، کوئی کسی کا دس پانچ روپے کا مال چرالے یا دغا سے دبالے ہمیشہ کو نظروں سے گر جائے، چور دغا باز نام قرار پائے۔ اور معاذ اللہ! اگر کوئی کسی مشہور بنام علم پر ایسا الزام عائد ہو تو اس کی تشہیر حد سے زائد ہو، دس پانچ روپے کا جُرم یوں ناقابل تلافی، اور خاص دین ومذہب وعقائد میں ایسی چوری خیانت سب معافی، معافی کیسی خطا ہی نہیں، وضوئے تمیز کبھی ٹوٹا ہی نہیں، یہ کیا ظلم ہے؟ کیا بے پروائی ہے، کیسی آنکھوں پر چربی چھائی ہے۔ مسلمانو! آنکھ کھولو، ورنہ پیشی فردا کے لیے مستعد ہو لو ؂

بروز حشر شود ہمچو صبح معلومت کہ باکہ باختہ عشق درشبِ دیجور

(حشر کے دن صبح کی طرح تجھ پر واضح ہوگا کہ تو نے اندھیری رات میں کس سے عشق بازی کی ہے۔ت)

اس تمام شرمناک واقعہ کی تفصیل اور وہ پندرہ سوال ایک مختصر رسالے "دیوبندی مولویوں کا ایمان" میں ہے،

اسے ملاحظہ کیجئے، کہ حق واضح ہے اور خیانت و حق پوشی دونوں کی پوری پہچان ہے۔ جس صاحب کو انکار ہو، گنتے گنتے بھول گئے، پھر گن لو، جناب مولوی تھانوی صاحب سے ان سوالوں کے جواب دلوالو، بہادری تو جب ہے کہ ان کے منہ کی مہر کھلوالو۔ کچھ ایسا بہت سا قضیہ نہیں، کچھ علمی مباحث دقیقہ نہیں، حق گوئی حق پوشی کا سیدھا سا امتحان ہے کہ دہلوی صاحب کا جب تک نام معلوم نہ تھا کفر والحاد کا حکم مرقوم تھا، اب کہ قائل معلوم ہوا کہ وہ حکم کس لیے معدوم ہوا، کیا کوئی نئی شریعت آگئی، تحذیر الناس نئی نبوت کا سکہ جما گئی جس نے شریعت مصطفویہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ منسوخ کردی۔ امام جی کی قبر اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِی الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ (کیا تمھارے لیے کتابوں میں کوئی براءت ہے۔ت) سے بھردی، اور اگر نہیں تو کیوں نہیں اپنے ہونٹ کھولتے؟ کیوں نہیں وہ حکمِ کفر والحاد بولتے؟ بیّنوا توجروا، بیّنوا توجروا، بیّنوا توجروا (بیان کرکے اجر پاؤ۔ت) اور نہیں تو زید صاحب ہی اتنا ثواب لیں اس فتوے کے ساتھ وہ سوال بھی حاضر ہوتے ہیں حضرت تھانوی صاحب سے اب جواب لیں، زید صاحب کی تحریر پکار رہی ہے کہ ان کو انصاف و حق جوئی سے دلچسپی ہے وہ ضرور تھانوی صاحب کی خبر لیں گے اور اب جواب نہ ملنے پر انصاف کرلیں گے، اے رب توفیق دے، ہدایت طریق دے، آمین آمین، والحمد للہ رب العالمین۔

(۱۰) اب زید صاحب کے حوالوں پر نظر ڈالئے، درمختار کا حوالہ محض غلط ہے۔

(۱۱) عالمگیری کی عبارت میں لااصل لہ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ت) اپنی طرف سے بڑھالیا۔

(۱۲) بزازیہ کی عبارت سے واتلاف مالٍ (مال کا ضیاع۔ت) کم کردیا جس سے علتِ منع ظاہر ہوتی کہ جہاں بے فائدہ محض ہے وہاں ممانعت ہے۔

(۱۳) پھر اس کی کیا شکایت کہ عالمگیری میں اِلٰی رَاْسِ الْقُبُوْرِ (قبروں کے سرہانے۔ت) تھا، اسے اَلَی الْمَقَابِرِ (قبروں کی طرف۔ت) بنالیا تاکہ عموم بڑھ جائے۔

(۱۴) ہاں پوری چالاکی یہ ہے کہ عبارت عالمگیری سے فِی اللَّیَالِی الْاُوَلِ (پہلی چند راتوں میں۔ت) کا لفظ اڑادیا، عالمگیری کی اصل عبارت یہ ہے:

اِخْرَاجُ الشُّمُوْعِ اِلٰی رَاْسِ الْقُبُوْرِ فِی اللَّیَالِی الْاُوَلِ بِدْعَۃٌ کَذَا فِی السِّرَاجِیَّۃِ۔[34]	یعنی موت کی پہلی چند راتوں میں شمعیں گھروں سے قبروں کے سرہانے لے جانا بدعت ہے، ایسا ہی فتاوٰی سراجیہ میں ہے۔

[34] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

فتاوٰی سراجیہ دیکھئے اس میں بھی یہ عبارت بعینہٖ اسی طرح ہے۔ اس کے بعد اتنا زائد ہے۔

ذکرہ الشیخ الامام الزاھد الصفار البخاری رحمہ اللہ تعالٰی فی کتاب الاعتقاد[35]۔	یہ مسئلہ شیخ امام زاہد صفار بخاری رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الاعتقاد میں ذکر فرمایا۔

ظاہر ہے کہ یہاں قبور عوام کا ذکر ہے کہ اعراس طیبہّ یا مزارات اولیاء کی روشنی فقط پہلی چند راتوں میں نہیں ہوتی، اور ظاہر ہے کہ وہ ایک عادت خاصہ کا بیان ہے ورنہ لیالی اول کی تخصیص بے وجہ تھی، اب جس طرح یہاں جہّال میں رواج ہے کہ مردہ کی جہاں کچھ زمین کھود کر نہلاتے ہیں جسے عوام لحد کہتے ہیں، چالیس رات چراغ جلاتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ چالیس شب روح لحد پر آتی ہے اندھیرا دیکھ کر پلٹ جاتی ہے، یوں ہی اگر وہاں جہّال میں رواج ہو کہ موت سے چند رات تک گھروں سے شمعیں جلا کر قبروں کے سرہانے رکھ آتے ہوں اور یہ خیال کرتے ہوں کہ نئے گھر میں بے روشنی کے گھبرائے گا۔ تو اس کے بدعت ہونے میں کیا شبہہ ہے۔ اور اس کا پتا یہاں بھی قبروں کے سرہانے چراغ کے لیے طاق بنانے سے چلتا ہے، اور بیشک اس خیال سے جلانا فقط اسراف و تضییع مال ہی نہیں کہ محض بدعت عمل ہو، بلکہ بدعتِ عقیدہ ہوئی کہ قبر کے اندر روشنی واموات کا اس سے دل بہلنا سمجھا، ولہٰذا امام صفار رحمہ اللہ تعالٰی نے اس مسئلہ کو کتاب الاعتقاد میں ذکر فرمایا۔ اب ملاحظہ ہو کہ اس روایت کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق رہا! وَالْاِحْتِمَالُ یَقْطَعُ الْاِسْتِدْلَالَ (اور احتمال، استدلال ختم کردیتا ہے۔ ت)

(۱۵) اس روایت میں اخراج کا لفظ بھی قابل لحاظ ہے، قبور عوام ہی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہاں نہ کوئی مکان ہوتا ہے نہ حاضر رہنے والے، نہ کوئی سامانِ روشنی، گھر ہی سے چراغ لے جانا پڑتا ہے بخلاف مزاراتِ طیبہ کے کہ وہاں گھر سے لے جانے کی حاجت نہیں ہوتی، تو ذکر قبور عوام ہی کا ہے، اور اگر زید نہ مانے اور اسے چراغاں مزارات طیبہ کی نسبت جانے تو آٹھ برس سے تو اس روشنی کا ثبوت ہوگیا، جسے زید نے مشائخ زمانہ کا فعل کہا کہ امام زاہد صفار رحمہ اللہ تعالٰی کی وفات ۵۳۴ھ میں ہے[36] کما فی الطبقات الکبری و کشف الظنون (جیسا کہ طبقات کبرٰی اور کشف الظنون میں ہے۔)

(۱۶) سب سے زیادہ خوفناک تحریف یہ ہے تَتَّخِذُوْنَ عَلَیْھِمْ مَسَاجِدَ کو قرآن عظیم کا لفظ کریم بنالیا، حالانکہ یہ جملہ قرآن عظیم میں کہیں نہیں، یہ تینوں لفظ متفرق طور پر ضرور قرآن عظیم میں آئے ہیں مثلا تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ[37]۔ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ[38]۔ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللہِ[39]۔ مگر اس ترکیب وترتیب سے کہیں نہیں ___

[35] فتاوٰی سراجیہ کتاب الکراہیۃ منشی نولکشور لکھنؤ ص ۷۳

[36] کشف الظنون

[37] القرآن ۲۶ / ۱۲۹

[38] القرآن ۱/ ۷

[39] القرآن ۲/ ۱۱۴

سورہ کہف میں یُوں ہے:

قَالَ الَّذِیۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰۤی اَمۡرِہِمۡ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیۡہِمۡ مَّسۡجِدًا ﴿۲۱﴾ [40]	وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔(ت)

پھر بھی دیو بندی صاحبوں کے حال سے غنیمت ہے کہ وہ تو انہونی کتابیں دل سے گھڑ لیتے ہیں، اُن کے صفحے بنالیتے ہیں، ان کی عبارتیں دل سے تراش لیتے ہیں، اور اکابر اولیائے کرام وعلمائے عظام کی طرف نسبت کردیتے ہیں، دیکھو دیوبندیوں کی لال کتاب "سیف النّقی" اور اس کے رَد میں العذاب البیئس وغیرہ تحریرات کثیرہ۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۱۷) زید کو اقرار ہے کہ فعل مشائخ قدیم چلا آتا ہے اگرچہ کہیں تو انھیں مشائخ زمانہ لکھا، کہیں پیرزادے اور کہیں مجاور، جن کے لیے قبور ذریعہ معاش ہیں، مگر شروع میں تحریر فرماچکے ہیں کہ "میں بقسم شرعی باور کراتا ہوں کہ میں نے کوشش کی کہ چراغانِ قبور کا کسی تاویل سے استحسان ثابت ہوجائے تو میں رسمِ قدیم کی مخالفت نہ کروں۔" اور اس کا جواب وہ دیا کہ "پیرزادگان صالح ہوں، اہل اللہ ہوں، معصوم نہیں۔" زید صاحب معصوم کے سوا کسی کی نہیں مانتے، مگر افسوس، جب وہ صالحین ہیں، اہل اللہ ہیں تو یہی عالمگیری جس کی سند سے آپ انھیں بدعتی بنانا چاہتے ہیں ان کے افعال کو دین میں سند وحجت بتاتی ہے، فتاوٰی عالمگیری میں مشائخ کرام ہی کے ذکر میں ہے:

یتمسک بافعال اھل الدین کذافی جواھر الفتاوٰی [41]۔	تمسک کیا جائے اہل دین کے افعال سے۔ ایسا ہی جواہر الفتاوٰی میں ہے۔

(۱۸) سرکار اعظم حضور پر نور مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالٰی علٰی من طیبہا وآلہٖ وبارک وسلم میں وہ جلیل وجمیل روشنی، وہ جانفزا دلکشا روشنی، وہ دل افروز وہابی سوز روشنی کہ نہایت تزک واحتشام سے ہوتی ہے، اس کے جواب میں زید نے یہ تاویل گھڑی کہ وہ روشنی مسجد کریم کے لیے ہے، نہ کہ مزارِ اقدس کے واسطے صلی اللہ تعالٰی علٰی صاحبہٖ وآلہٖ وبارک وسلم۔ شاید زید کو زیارت سراپا طہارت نصیب نہ ہوئی، اپنے قصبہ کی کسی مسجد پر قیاس کیا جہاں دمڑی کے چراغ میں دھیلے کا تیل، وہاں کے فرشی جھاڑوں اور کثیر التعداد فانوسوں اور ہزار ہا روپے کے شیشہ آلات اور ان کی دل نواز جگمگاہٹ دیکھو تو آپ کی خشن بے ذوق طبیعت کے طور پر یہ مسجد کے لیے کب جائز ہو، وہی بزازیہ جس سے یہ سند لائے اسی کی دربارہ مسجد بھی سنیے، اس کی کتاب الوصایا فصل اول میں ہے:

---

[40] القرآن ۲۱/۱۸

[41] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب السابع عشر فی الغناء واللھو الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۵۱/۵

قال ثلث مالی فی سبیل اللہ ففی النوازل لو صرف الی سراج المسجد یجوز لکن الی سراج واحد فی رمضان وغیرہ [42]۔	یعنی اگر کوئی اپنے تہائی مال کی وصیت راہِ خدا کے لیے کرے تو اس سے مسجد کا چراغ بھی جلاسکتے ہیں، مگر صرف ایک چراغ، رمضان ہو یا غیر رمضان۔ یعنی اگر کوئی اپنے تہائی مال کی وصیت راہِ خدا کے لیے کرے تو اس سے مسجد کا چراغ بھی جلاسکتے ہیں، مگر صرف ایک چراغ، رمضان ہو یا غیر رمضان۔

(۱۹) زید صاحب کو چاہئے ذراحج وزیارت سے مشرف ہو وہاں ان مسجد الحرام شریف میں کچھ ہانڈیاں گرد مطاف نظر آئیں گی کہ ساری مسجد کریم کو پوری روشنی نہیں دیتی، اور سرکارِ اعظم میں وہ نظر آئے گا جس سے آنکھیں چندھیا جائیں، اگر یہ روشنی مسجد کے لیے ہوتی تو مسجد الحرام شریف زیادہ مستحق تھی کہ وہ مسجد مدینہ طیبہ سے افضل بھی ہے اور وسعت میں بھی کئی حصے زیادہ۔ نہیں نہیں، بالیقین وہ تجمل روضہ پر انوار حضور سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہیں، جسے ہر سمجھ والا بنگاہ اولین ادراک کرلیتا ہے۔ میرے دل سے ان لفظوں کا ذوق نہیں جاتا جو ایک مسلمان زائر نے حج کے بعد شان و تجمل روضہ انور دیکھ کر کہے تھے کہ یہاں شانِ محبوبیت کھلتی ہے۔ اس نے کہ گھر سے پاک ہے اپنا گھر یوں سادہ رکھا ہے اور کاشانہ محبوب کے یہ ساز وسامان ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ دیکھیے نگاہ ظاہر پر اس شان وشکوہ کا کیسا اثر پڑا کہ اس ناظر کے دل میں ایمان جگمگا اٹھا۔ اسی حکمت کے لیے تو علمائے کرام نے تجمل ظاہر پسند فرمایا ہے۔ ورنہ حاشا اللہ۔

حاجت مشاطہ نیست روئے دلآرام را
(دل کو سکون دینے والے چہرے کے لیے آرائش کی ضرورت نہیں۔ت)

اللھم ارزقنا الایمان الکامل وامتناعلیہ بجاہ جیبك وعروس مملکتك صلی اللہ علیہ وعلٰی اٰلہ وبارك وسلم۔ اٰمین۔	اے اللہ! ہمیں ایمانِ کامل نصیب کر اور اسی پر موت دے اپنے حبیب اور اپنے عروس مملکت کے طفیل۔ اللہ تعالٰی ان پر اور ان کی آل پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ الٰہی قبول فرما! (ت)

(۲۰) مسجد میں روشنی خشت وگل کی ذات کے لیے نہیں ہوتی بلکہ نمازیوں کے واسطے، بلکہ نماز میں بھی اصل نظر صرف فرائض پر مقصود ہے کہ اصالتًا بنائے مسجد انہی کے لیے ہے۔ ولہذا جہاں تہجد وغیرہ نوافل خواں وذاکرین شب بھر مسجد میں رہتے یا رات کے سب حصّوں میں ان کی آمد ورفت مسجد میں رہتی ہو، اور اس وجہ سے وہاں شب بھر روشنی رکھنے کی عادت ہو یا واقف نے خود اس کی تصریح کردی ہو، ایسی جگہ کے علاوہ باقی تمام مساجد میں تہائی رات کے بعد روشنی گل کردینے کا حکم ہے کہ اب اسراف وتضییعِ مال ہے۔

[42] فتاوٰی بزازیہ علٰی ھامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۳۵

فتاوٰی خانیہ وفتاوٰی عالمگیریہ وغیرہ میں ہے:

لاباس بان یترك سراج المسجد الی ثلث اللیل ولایترك اکثر من ذٰلك الااذا شرط الواقف ذٰلك اوکان ذٰلك معتادًا فی ذٰلك الموضع[43]۔	مسجد کا چراغ مسجد میں تہائی رات تک جلتا چھوڑ دینے میں حرج نہیں، اور اس سے زیادہ نہ جلایا جائے، لیکن جبکہ واقف نے اس کی شرط رکھی ہو یا وہاں اس کا رواج ہو۔(ت)

سراج وہاج پھر ہندیہ میں ہے:

لو وقف علی دھن السراج المسجد لایجوز وضعه جمیع اللیل بل بقدر حاجة المصلین وجوز الی ثلث اللیل اونصفه اذا احتاج الیه للصلٰوة فیه[44]۔	اگر مسجد کے چراغ کے لیے وقف کیا تو پوری رات چراغ جلانا جائز نہیں بلکہ تہائی رات تک جواز ہے یا نصف شب تک جبکہ نماز کے لیے اس کی ضرورت ہو۔(ت)

اور مسجد اکرم سرکار اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نماز عشاء کے بعد کوئی رہنے نہیں پاتا، لوگوں کو باہر کرکے سحر تک دروازے بند رکھتے ہیں، اور یہ عادات آج سے نہیں صدہا سال سے ہے۔ امام جلیل ابوالحسن سمہودی کتاب وفاء الوفاء میں جس کی تصنیف ۸۸۶ھ میں فرمائی، پھر اس کے خلاصہ خلاصۃ الوفاء میں فرماتے ہیں:

یطاف لاخراج الناس من المسجد بعد العشاء الاخرة بفوانیس ستة رتبھا شیخ الخدام شبل الدولة کافور المظفری الحریری وکان الطواف قبله بشعل من السعف[45]۔	نماز عشاء کے بعد لوگوں کو مسجد کریم سے باہر کرنے کیلئے اب چھ فانوس لے کر دورہ کرتے ہیں جن کو خدام کے شیخ شبل الدولہ کافور المظفری الحریری نے بنایا ہے جبکہ قبل ازیں کھجور کی شاخ کی شمع سے دورہ ہوتا تھا۔(ت)

نیز اس پر اس سے بہت پہلے کی وہ جلیل القدر معجزہ خسف بدخواہان ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی عظیم حکایت دال ہے جو اسی کتاب وفاء الوفاء تصنیف ۸۸۶ ہجری، اور اس سے پہلے کتاب ریاض النضرۃ

[43] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوقف منشی نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۱۶

[44] فتاوٰی ہندیۃ الباب الحادی عشر فی المسجد الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۹

[45] وفاء الوفاء فصل ۳۱ عدد قنادیل المسجد داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸۲۔۶۸۱

امام محب الدین طبری متوفی ۶۹۴ ہجری، وکتاب تاریخ المدینہ للامام الجلیل ابی محمد عبداللہ المرجانی میں مذکور وماثور ہے، اوران سب سے پہلے خادمِ روضہ مطہرہ نے امام ابوعبداللہ قرطبی کے سامنے اسے روایت کیا، اس کی اصل خود امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ثابت۔ بلاذری نے ابوسعید مولٰی ابی اسید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

قال کان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ یعس فی المسجد بعد العشاء فلا یری احدا لااخرجہ الارجلا قائما یصلی۔[46]	فرمایا: امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز عشاء کے بعد مسجد کریم میں دیکھ بھال کے لیے دورہ فرماتے جسے دیکھتے مسجد سے باہر فرمادیتے مگر جو شخص کھڑا نماز پڑھ رہا ہو۔

بالجملہ مسجد کریم میں صبح تک روشنی رہتی ہے۔اور فقہائے کرام نے اس کے جواز کی تصریح فرمائی۔ وہی بزازیہ کتاب الوقف فصل رابعہ ملاحظہ کیجئے،

یجوز ترک سراج المسجد فیہ من المغرب الی العشاء لاکل اللیل الااذاجرت العادۃ بذلک کمسجد سیدنا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[47]۔	جائز ہے مسجد کے چراغ کا مسجد میں چھوڑنا مغرب سے عشاء تک نہ کہ تمام شب، مگر جب کہ اس کی عادت ہو جیسے کہ مسجد نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم۔

اس سے بھی روشن کہ یہ روشنی نمازیوں کے لیے نہیں ہے بلکہ روضہ اقدس کے لیے ہےاور ہم عنقریب کلام ائمہ اس کی تصریح نقل کریں گے۔ وباللہ التوفیق۔

(۲۱) زید صاحب نے یہ روشنی مزار اطہر کے لیے نہ ہونے کی وہ بھاری دلیل گھڑی جس کے بوجھ میں خود ہی دب کر رہے۔ ذرا یہ نئی منطق جہاں بھر سے بھی جدا منطق الطیر سے سوا ملاحظہ ہو کہ "قبر شریف درحقیقت روپوش ہے بھلا روشنی اس کے لیے ہوسکتی ہے" گویا جو شے نظر نہ آئے اس سے اعتناء اس کی تکریم ہو ہی نہیں سکتی۔اہل اللہ پر عبادت قبور کا الزام رکھا تھا جس کی تکذیب کو ان کا اہل اللہ ہونا ہی بس تھا مگر کہیں یہ مسئلہ عباد صنم کی تائید نہ کرے، وہ یہی کہتے ہیں کہ بے دیکھے تعظیم کیسی؟

(۲۲) حجرہ مطہرہ کی آرائش اوراس پر وہ ہزارہا روپے کی تیاری کا غلاف شریف یہ بھی شاید مسجد ہی کے لیے ہو کہ مزار کریم تو مستور ہے۔

---

[46] وفاء الوفاء فصل ۳۰ فی تحصیب المسجد احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۶۹

[47] فتاوٰی بزازیہ علی ھامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۲۶۹

(۲۳) غنیمت ہے کہ اس مسئلہ میں تعظیم قبور کاالزام تو قطع ہوا، مزارات اولیائے کرام عموماً جہاں جہاں روشنی ہوتی ہے خصوصاً ایّام اعراس میں غلافوں سے روپوش ہوتے ہیں تو بطور زید بھی یہ روشنی تعظیم قبور کے لیے نہیں ہوسکتی۔

(۲۴) دوسری بات یہ کہ روشنی منجانب سلطان ہوتی ہے جس نے بنک قائم کیا۔اس کہنے کا محل جب تھاکہ فعلِ سلطان سے کسی نے استناد کیاہوتاکہ یہ روشنی اس لیے جائز ہوتی ہے کہ سلطان کی طرف سے ہوتی ہے اور جب ایسا نہیں تو بے محل محض سلطان ترکی کو باتباع لہجہ نصارٰی مکروہ لفظ ٹرکی سے تعبیر کرکے بلاوجہ سلطان اسلام کی عیب چینی کیا مصلحت ہوئی حدیث میں ہے:

السطان ظل الله فی الارض فمن اکرمه اکرمه الله ومن اهانه اهانه الله [48] ۔ رواه الطبرانی فی الکبیر والبیهقی فی الشعب عن ابی بکرة رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ۔	سلطان زمین میں اللہ تعالٰی کاسایہ ہے جواس کی عزت کرے اللہ تعالٰی اس کو عزت دے، اور جو اس کی توہین کرے اللہ تعالٰی اسے ذلّت دے۔ اسے طبرانی نے معجم الکبیر میں او ربیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔

لاجرم یہ اپنی طرف سے عدم جواز روشنی پر اقامت دلیل ہے، یہ ضرورت اس کے ذکر کی طرف ہوئی اگرچہ اب بھی شرع مطہر مسئلہ کی روش سے دور ہے کہ اس کی سند کتابت بعض اخبارات ہی ہوگی اور اخباری بیانات جیسے ہوتے ہیں معلوم ہیں۔امام حجۃ الاسلام نے احیاء العلوم میں تصریح فرمائی ہے کہ کسی مسلمان کی طرف نسبت کبیرہ حرام ہے، جب تک تواتر سے یقینی الثبوت نہ ہو، کہ محض اخباری گپیں، اگر صحیح بھی ہوں تو ممکن بلکہ مظنون کہ وہ اس نئی جماعت حریت کی طرف سے ہوگا تو سلطان کے سر اس کبیرہ کا باندھنا محض جزاف ہے پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ "بینک سود دینے کے لیے ہے یا معاذاللہ سُود لینے کے لیے، سلطنت میں اس وقت وہ وسعت کہاں کہ لوگوں کو کثیر المقدار قرض دے، وہ خود اپنی ضروریات شدیدہ کے لیے روپے کی حاجتمند ہے اور حاجت شرعیہ کے وقت سود دینے کی اجازت ہے۔ درمختار میں ہے:

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح [49] ۔	نفع دینے کی شرط پر حاجتمند کو قرض لینا جائز ہے (ت)

بہرحال حاصل دلیل یہ ہے کہ یہ سلطان کی طرف سے ہے اور سلطان فاسق ہیں، اور جو فاسق کی طرف

[48] شعب الایمان باب فی طاعۃ اولی الامر حدیث ۷۳۷۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۱۷

[49] الاشباہ والنظائر بحوالہ القنیہ والبغیہ القاعدۃ السادسہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۲۶

سے ہو سب ناجائز ہے۔ اس دلیل کی خوبی اس کے کبرٰی کی کلیت سے ظاہر قرآن پر اعراب لگانا توشاید سخت ہی بدتر کام ہوگا کہ حجاج جیسے ظالم اظلم کی طرف سے ہے۔

(۲۵) سلطانِ اسلام سے فارغ ہو کر حرمین شریفین کی طرف متوجہ ہوئے کہ وہاں کا بڑا حصہ ڈاڑھی کترواتا ہے، الحمدللہ کہ کلیہ نہ کہا، ہر جگہ ہمیشہ بڑا حصہ عوام کا ہوتا ہے۔ اگر عام طور پر صدہا سال سے ایک فعل کریں اور وہ بھی مسجد میں، اور وہ بھی مسجد اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں، اور وہ بھی کارِ خیر وموجب اجر وتعظیم شعائر اللہ واجلال حرمات اللہ جان کر۔ بااینہمہ جماہیر علماء روزانہ دیکھیں اور منع نہ فرمائیں تواستناد تقریر علماء سے ہوگا نہ کہ فعلِ عوام سے۔

(۲۶) خود ہی سمجھ کر تعامل ہے نہ مجرد عمل عوام اس کا یہ علاج کیا کہ تعامل حرمین شریفین کا بعد قرون ثلثہ کے سند نہیں۔ قرون ثلثہ کی تخصیص کا قضیہ ہمارے رسالہ ردّ وہابیہ میں جابجا ہوچکا اور مسئلہ تعامل حرمین شریفین بھی کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" قاعدہ یازدہم میں واضح فرمادیا گیا، یہاں اسی قدر کافی کہ شیخ محقق جذب القلوب شریف میں حدیث صحیح بخاری: انہا طیبۃ تنفی الذنوب کما تنفی الکیر خبث الفضۃ (بیشک وہ طیبہ ہے، گناہوں کو دور کرتا ہے جیسے بھٹی چاندی کا میل دور کرتی ہے۔ت) وغیرہ بیان کرکے فرماتے ہیں:

"مراد نفی وابعاد اہل شر و فساداست ازساحت عزت ایں بلدہ طیبہ وبقول اکثر علمائے دین خاصیت مذکورہ درروے درجمیع ازمان ودہور پیداست[50]۔"	اس شہر پاک کی سرزمین سے شر فساد والوں کو دور کرنا مراد ہے اور اکثر علمائے دین کے بقول اس میں یہ خاصیت ہر دور اور ہر زمانے میں ہے۔ت)

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الایمان لیارز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرھا[51]۔	بیشک ایمان مدینہ کی طرف سمٹتا ہے جیسے سانپ اپنے بل کی طرف۔

امام قرطبی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

فیہ تنبیہ علی صحۃ مذھبھم وسلامتھم من البدع وان عملھم حجۃ فی ماننا[52]۔	اس حدیث شریف میں تنبیہ ہے اس پر کہ ان کا مذہب صحیح ہے اور وہ بدعتوں سے پاک ہیں ان کا عمل ہمارے زمانہ میں حجت ہے۔

[50] جذب القلوب باب دوم در ذکر فضائل منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۵

[51] صحیح البخاری باب الایمان یازر الی المدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۲

[52] عمدۃ القاری شرح البخاری بحوالہ قرطبی دار الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۰/ ۲۴۰

(۲۷) آگے ترقی کرکے تعامل حرمین شریفین کو بالکل ساقط ونامعتبر کردیا۔ قرونِ ثلٰثہ کا استثناء بھی اڑگیا، اور دلیل یہ کہ حجت صرف قرون وحدیث واجماع وقیاس مجتہدین ہیں، ابھی کہا تھا کہ "چراغاں کا جواز اگر آج بھی کسی عالم مستند کی کتاب سے نکل آئے تو مجھ کو کدنہ ہوگی۔" اور ممانعت کے لیے شاہ رفیع الدین صاحب کے فتوے اور قاضی صاحب پانی پتی کی مالابد وارشاد الطالبین سے استناد کیا۔ یہ لوگ اوران کا کلام بھی قرآن ہے، نہ حدیث، نہ اجماع، نہ قیاس مجتہدین۔ پھر یہ پانچویں حجت کہاں سے نکل آئی!

(۲۸) ابھی جواہر الفتاوٰی وفتاوٰی عالمگیریہ سے گزرا کہ دینداروں کے افعال سند ہوتے ہیں، یہ چھٹی حُجت ہوئی۔

(۲۹) اب یہ بفضل اللہ عزوجل ہم وہ عبارات جانفزا ذکر کریں جن سے یہ ثابت ہو کہ روضہ انور میں کیسی روشنی ہوتی ہے اور کَے برسوں سے رائج ہے۔ جب سلطنت عثمانیہ کی بنیاد بھی نہ پڑی تھی، اور یہ کہ وہ خاص روضہ اطہر ہی کے واسطے ہے نہ کہ بہ نیت مسجد، اور یہ کہ وہ بمنظوری علماء کرام ہے نہ کہ صرف فعلِ سلاطین۔ اور یہ کہ کیسے امام جلیل نے اس کے جواز کا روشن فتوٰی دیا، نہ فتوٰی بلکہ خاص اس باب میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا، والحمدللہ۔ عالمِ مدینہ طیبہ امام اجل سید ابوالحسن علی نورالدین بن عبد اللہ سمہودی مدنی قدس سرہ معاصر امامِ اجل جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہما اللہ تعالٰی نے (کہ دونوں حضرات کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہوئی) کتاب مستطاب خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تصنیف ۸۹۳ ہجری کے باب رابع کی شانزدہ گانہ فصلوں میں تفصیل نمبر ۱۱ روضہ اقدس کے تزک واحتشام وشیشہ آلات وسامان روشنی کے بیان میں وضع فرمائی، اور فصل نمبر ۱۴ مسجد مقدس کے ستونوں، چراغوں وغیرہ کے بیان میں جدا لکھی، اس فصل مسجد میں فرمایا:

بصحن مسجد اربع مشاعل تشعل فی لیالی الزیارات المشھورۃ وماعلمت اول من احدثھا وبالمسجد سلاسل کثیرۃ للقنادیل علمت بعد الحریق والمرتب للوقود منھا یزید وینقص لما لا یخفی[53]۔	مسجد کریم کے صحن میں چار مشعلیں ہیں کہ زیارت کی مشہور راتوں میں روشن کی جاتی ہیں اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ اول یہ مشعلیں کس نے رکھیں، اور مسجد میں قندیلوں کی بہت سی زنجیریں ہیں کہ آتشزدگی کے بعد بنیں اوران کی روشنی کا راتب گھٹتا بڑھتا ہے جس کا سبب ظاہر ہے۔

[53] وفاء الوفاء فصل ۳۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸۱

اوراس فصل روضہ انور میں فرمایا:

امامعالیق الحجرة الشریفة التی تعلق حولها من قنادیل الذهب والفضة ونحوهما فلم اقف علی ابتداء حدوثها الاان ابن النجار قال مالفظه فی سقف المسجد الذی بین القبلة والحجرة علی رأس الزوار اذ وقفوا معلق نیف واربعون قندیلا کبارا و صغارا من الفضة المنقوشة والساذجة وفیها اثنان من بلور وواحد من ذهب وفیهما قمر من فضة مغموس فی الذهب، وهذه تنفذ من البلدان من الملوك وارباب الحشمة انتهی، وعمل من ذکر مستمر بذلك لم تزل هذه القنادیل فی زیادة ومن احسن مارأیت من معالیق الحجرة قندیل من فولاد کبیر احسن التکوین مخرما مکفتا بذهب یضیئ اذااسرج فیه وعلیه مکتوب ان الناصر محمد بن قلادون علقه بیده هناك[54]۔ انتهی ملتقطًا	حاصل یہ ہے کہ روضہ انور کا سامان روشنی، سونے کی قندیلیں اور چاندی کی، اوران کے مثل اور قیمتی چیزوں کی کہ روضہ مطہر کے گرد آویزاں کی جاتی ہیں، مجھے معلوم نہ ہوا کہ ان کی ابتداء کب سے ہے ، ہاں امام حافظ الحدیث محمد بن محمد بن النجار متوفی ۶۴۲ھ نے اپنی کتاب الدرالثمینہ فی اخبار المدینہ میں فرمایا کہ سقف مسجد کریم کے اتنے ٹکڑے میں کہ دیوار قبلہ سے حجرہ مقدسہ تک ہے۔ جب زائرین مواجہہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کھڑے ہوں، ان کے سروں پر چالیس سے زائد قندیلیں آویزاں ہیں۔ بڑی بڑی زاور چھوٹی چاندی کی نقشی اور ساری اوران میں دو بلور کی ہیں ،ایک سونے کی اور ایک چاندی کا چاند ہے سونے میں مغرق، اور یہ شہروں شہروں سے سلاطین واُمراء حاضر کیا کرتے ہیں انتہی۔ اور یہ دستور برابر چلاآتا ہے ہمیشہ ان قندیلوں میں ترقی ہوتی رہی ، اور روضہ مطہرہ کی تمام آویزاں روشنیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت جو میں نے دیکھی وہ فولادی بڑی قندیل ہے کہ نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے اس کے پیٹ اور کناروں پر سونا چڑھا ہوا ہے کہ اس میں روشنی کرنے سے دمکنے لگتا ہے اس پر لکھا ہوا ہے کہ ناصرالدین محمود بن قلادون نے اسے یہاں اپنے ہاتھ سے لٹکایا، انتہی ملتقطا

یہاں توآپ کو یہ معلوم ہوا کہ روشنی خاص روضہ منورہ کے لیے ہے اور یہ کہ کتنی کثیر وشاندار ہے اور یہ کہ صدہا سال سے ہے اور یہ کہ عثمانی سلطنت سے بھی پہلے سے ہے۔ اب مجمع علمائے کرام کا ذکر سنئے

[54] وفاء الوفاء فصل ۲۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۸۴تا۵۸۹

علامہ قطب الدین مکی حنفی معاصر امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالٰی کتاب الاعلام باعلام بیت الحرام ص ۳۰ میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں، جب سلطان مراد خان بن سلطان سلیم خان بن سلیمان خان رحمہم الرحمٰن نے ۹۸۴ھ میں باب عالی سے سونے کی تین قندیلیں بیش بہا جواہرات سے مرصّع محمد چاد یش خان کے ہاتھ حاضر کی ہیں کہ وہ کعبہ معظّمہ کے اندر آویزاں کی جائیں، اور ایک حجرہ مزار اطہر میں چہرہ انور کے مقابل صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

جب مکہ معظّمہ میں آئے حضرت شریف مکہ سیدی حسن بن ابی نمی حسنی اور ناصر حرم محترم قاضی مدینہ منورہ شیخ الاسلام سید العلماء سیدی حسین حسینی مکی اور قاضی مکہ معظّمہ مولانا مصلح الدین لطفی بگ زادہ مع جملہ اعیان واکابر حرم محترم حاضر ہوئے۔ فرماتے ہیں: **وکافۃ العلماء والفقھاء والموالی**[55] یعنی مکہ معظّمہ کے تمام علماء وفقہاء وسردار گرد کعبہ معظّمہ جمع ہوئے، پھر آستانہ عالیہ کی طرف سے حضرت شریف ودیگر عظماء کو خلعت پہنائے گئے، کعبہ معظّمہ کا دروازہ کھولا گیا، سیدنا الشریف نے خلعت پہنا اور طوافِ کعبہ معظّمہ کیا، ادھر وہ طواف میں ہیں، اُدھر رئیس مؤذنان قبہ زمزم پر سلطنت وشریف کے لیے بآواز بلند دعا کر رہا ہے اور تمام حاضرین دعا وآمین میں مشغول ہیں، بعد فراغ طواف ورکعتین طواف حضرت شریف کعبہ معظّمہ کے اندر حاضر ہوئے اور اپنے دست مبارک سے قندیلیں آویزاں کیں، سب حاضرین جملہ علماء وفقہاء واُمراء وعظماء نے فاتحہ پڑھی اور دُعائیں کیں، اور جلسہ ختم ہوا، علامہ ممدوح فرماتے ہیں:

وکان یومًا شریفًا مشھودًا ووقتًا مبارکًا متیمنا مسعودا[56]۔	اور وہ دن بزرگ اور تمام اعیانِ مکہ کی حاضری کا تھا اور وہ وقت مبارک اور فرخندہ باسعادت تھا۔

پھر محمد چاد یش باقی قندیل لے کر سرکار اعظم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، علامہ فرماتے ہیں:

واجتمعت لہ اکابر المدینۃ الشریفۃ واعیانھا وعلماؤھا وصلحاؤھا۔[57] وعمل محفل شریف فی الحرم الشریف البنوی[58]۔ وفتحت الحجرۃ الشریفۃ النبویۃ علی ساکنھا افضل الصلوۃ وعلی ذلک	ان کے پاس مدینہ طیبہ کے اکابر وعمائد وعلماء وصلحاء سب جمع ہوئے۔ حرم کریم میں محفلِ عظیم منعقد کی گئی۔ حجرہ طاہرہ مزار پرانوار حضرت سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کھولا گیا اور وہ سونے کی قندیل جواہر

[55] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام
[56] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام
[57] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام
[58] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام

قندیل تجاہ وجہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[59]	بے بہا سے مرصع رُوئے انور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مواجہ اقدس میں آویزاں کی گئی۔

وقرئت الفواتح وحصل الدعاء [60]۔ حاضرین نے فاتحہ پڑھی اور دعا کی، اور مجلس بخیر وخوبی ختم ہوئی۔ علامہ ممدوح اس حکایت کا خاتمہ ان لفظوں میں فرماتے ہیں:

وھو اول من علق قنادیل الذھب فی الحرمین الشریفین من سلاطین اٰل عثمان خلد اللہ تعالٰی سلطنتھم وقد سبق بھذہ المنقبۃ الشریفۃ اٰبائہ السلاطین العظام [61]۔	یعنی سلاطین آل عثمان میں کہ اللہ عزوجل ان کی سلطنت کو ہمیشہ رکھے، سلطان مراد خاں نے اس کی پہل کی کہ حرمین محترمین میں سونے کی قندیلیں آویزاں کیں، وہ اس عظیم منقبت میں اپنے باپ دادا سلاطین پر سبقت لے گئے۔

اس خاتمہ سے دو۲ فائدے ظاہر ہوئے، ایک یہ کہ سلاطین عثمانیہ سے پہلے سلاطین بھی سونے کی قندیلیں حاضر کرتے، سلاطین عثمانیہ سے پہلے یہ سعادت سلطان محمد مراد خاں نے پائی۔ دوسرے یہ کہ علامہ ممدوح اس کا استحسان فرماتے، اور اسے منقبت شریفہ بتاتے ہیں۔

اب پھر عبارات سابقہ خلاصۃ الوفاء کی طرف رجوع کیجئے اور وہ سنئیے جو امام ممدوح سیدی نورالدین سمہودی اس عبارت کے اثناء میں اس جانفزا روشنی کے بیان میں حکم فرماتے ہیں وہ عبارت یہ ہے:

وقد الف السبکی تالیفا سماہ تنزیل السکینۃ علٰی قنادیل المدینۃ وذھب فیہ الی جوازھا وصحۃ وقفھا وعدم جواز صرف شیئٍ منھا لعمارۃ المسجد [62]۔	بیشک امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبدالکافی متوفی ۷۵۶ھ رحمہ اللہ تعالٰی نے خاص اس باب میں ایک کتاب تالیف فرمائی جس کا نام "تنزیل السکینۃ علٰی قندیل المدینۃ" رکھا اور اس کتاب میں ان کا وقف صحیح ہونا بیان فرمایا اور یہ کہ ان کو مسجد کی عمارت میں صرف کرنا جائز نہیں۔

یہ امام اجل وہ ہیں جن کی نسبت امام ابن حجر فرماتے ہیں: الامام المجمع علٰی جلالتہ واجتہادہ [63] یہ وہ امام کہ ان کی جلالتِ شان وقابلیت اجتہاد پر اجماع ہے۔

---

[59] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام

[60] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام

[61] الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام

[62] وفاء الوفاء فصل ۲۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۹۵۔۵۹۱

[63] امام ابن حجر

صلاح صفدی نے کہا:

الناس یقولون ماجاء بعد الغزالی مثلہ وعندی انھم یظلمونہ وما ھو عندی الامثل سفین الثوری[64]۔	لوگ کہتے ہیں امام حجۃ الاسلام کے بعد کوئی امام تقی الدین سبکی کے مثل پیدا نہ ہوا اور میرے نزدیک وہ ان کی شان گھٹاتے ہیں، میرے نزدیک تو وہ امام سفیان ثوری کے ہمسر ہیں۔

جواجلہ اکابر تابعین سے تھے وہ اس روشنی کو فقط جائز ہی نہیں بتاتے بلکہ فرماتے ہیں کہ اس پر رحمتِ الٰہی کا سکینہ اُترتا ہے۔ غالبًا اب تو زید صاحب اپنے تمام وساوس سے باز آکر اپنی قسم پوری کریں گے۔

(۳۰) حدیث مذکور کو زید نے بالجزم رسول خدا کا ارشاد بتایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ یہ سخت بیباکی وجرات ہے۔ وہ حدیث صحیح نہیں۔ اس کی سند کا مدار ابوصالح باذام پر ہے۔ باذام کو ائمہ فن نے ضعیف بتایا۔

تقریب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے:

باذام بالذال المعجمۃ ویقال اٰخرہ نون ابوصالح مولٰی ام ھانی ضعیف مدلس[65]۔	باذام ذال معجمہ سے اور کہا جاتا ہے کہ آخر میں نون — یعنی باذان — ابوصالح — اُم ہانی کا آزاد کردہ غلام ضعیف تدلیس کرنے والا ہے۔ (ت)

(۳۱) یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ حدیث قابلِ احتجاج نہیں کہ حدیثِ ضعیف دربارہ احکام حجت نہیں ہوتی، تحسین ترمذی باعتبار ترجمہ باب ہے کہ اسے باب ماجاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر مسجدا میں وارد کیا اور قبور پر مسجد نہ بنانے میں بیشک احادیث متعدد وارد۔ خود جامع ترمذی میں ہے: وفی الباب عن ابی ھریرۃ وعائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما[66] (اس باب میں حضرت ابوہریرہ و حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی روایت ہے۔ت) بخلاف چراغ کہ اس کی ممانعت میں یہی حدیث ضعیف باذام ہے۔ اس کا یہ ٹکڑا حسن نہیں۔ خود امام ترمذی اپنی اصطلاح میں فرماتے ہیں:

ماذکرنا فی ھذا الکتاب حدیث حسن فانما اردنا حسن اسنادہ عندنا کل حدیث یروی لایکون	اس کتاب میں ہم نے جسے حدیث حسن بتایا اس سے یہی مراد ہے کہ وہ ہمارے نزدیک حسن ہے جس حدیث کی

---

[64] صلاح صفدی

[65] تقریب التہذیب حرف الباء الموحدہ ترجمہ ۶۳۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۲۱

[66] جامع الترمذی ابواب الصلٰوۃ باب ماجاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۴۳

فی اسنادہ من یتھم بالکذب ولایکون الحدیث شاذا ویرویہ من غیروجہ نحو ذالك فھو عند نا حدیث حسن [67]۔	سند میں کوئی متہم بالکذب نہ ہو، نہ ہی وہ حدیث شاذ ہو، اور ایسے ہی متعدد طُرق سے مروی ہو، وہ ہمارے نزدیک حدیث حسن ہے۔(ت)

(۳۲) حدیث مانعین سے تین ۳ جواب ہیں:

پہلا یہ کہ حدیث سرے سے صحیح ہی نہیں اور سب میں اخیر تنزل کا جواب کہ امام نابلسی کے ارشاد سے گزرا۔ اور اوسط جواب یہ ہے کہ حدیث میں لفظ علٰی ہے اس سے قبر پر چراغ رکھنے کی ممانعت ہوئی، اسے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں، ظاہر کہ علٰی کے معنی حقیقی یہ ہیں، اور حقیقت سے بلاضرورت عدول نامقبول، وہ عدول ہی تاویل ٹھہرے گا۔ اور اگر وجہ موجّہ نہ رکھتا ہو مردود رہے گا۔

تاویل یہ ہے کہ لفظ کو اس کے معنٰی ظاہر سے پھرا جائے، مگر طرفہ یہ کہ زید نے معنی حقیقی مراد لینے کا نام تاویل رکھا اور تاویل بھی کیسی ضعیف، اور نہ صرف ضعیف بلکہ معاذاللہ حدیث کے ساتھ مضحکہ۔ اس ظلم شدید کی کوئی حد ہے۔ اور نہ دیکھا کہ امام علامہ نابلسی قدس سرہ القدسی اس حدیث کی شرح میں کیا فرماتے ہیں:

المتخذین علیھا ای القبور یعنی فوقھا [68]۔	قبروں پر یعنی ان کے اوپر۔(ت)

دیکھو اس معنی حقیقی کی تصریح فرمائی جسے زید نے معاذاللہ مضحکہ بنایا۔

(۳۳) کریمہ لنتخذن علیھم مسجدا میں ضمیر جانب اصحابِ کہف ہے، اور آدمی کے جسم کے اوپر مسجد بنانے کے کوئی معنٰی نہیں تو مجاز متعین ہے، بخلاف حدیث کہ اس میں ضمیر جانب قبور ہے۔ اور قبر پر چراغ رکھنا ممکن، بلکہ بعض جگہ عوام سے واقع ہے، تو اسے آیت پر قیاس کرنا محض سُوئے فہم ہے۔ وہ چمک کر کہا تھا کہ "کیا اس کے یہ معنی ہیں اصحاب کہف کے سینہ پر سنگ بنیاد مسجد کا رکھیں گے۔" وہ خود اپنے شبہہ کے پاؤں میں تیشہ ہے۔ یہ معنی صحیح نہ ہونا ہی حقیقت سے صاف اور مجاز کا قرینہ ہوا، یہاں کہ بے تکلف معنی حقیقی بن رہے ہیں ان سے پھیرنے والا کون، اور مجاز کے لیے بے قرینہ کیا۔

(۳۴) دوسری مثال قبر پر چڑھاوا چڑھانے کی دی، اور نہ سمجھا کہ یہاں مجاز لفظ "پر" میں نہیں کہ علی بمعنی عند ہو، جس طرح تم حدیث میں لے رہے ہو، قبر کے نزدیک کسی چیز کے چڑھانے کے کیا معنی، بلکہ مجاز خود یہاں چڑھاوے کے لفظ میں ہے۔ صدقہ کہ جُہّال کسی مریض وغیرہ کے لیے چوراہے میں رکھتے ہیں اسے

---

[67] جامع الترمذی ابواب الصلٰوۃ ماجاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۴۳

[68] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰

اوتارا کہتے ہیں کہ اسے ذلیلوں خبیثوں شیطانوں کے لیے کرتے ہیں، اور نذور کہ مزارات طیبہ کے حضور لاتے ہیں اسے چڑھاوا کہتے ہیں کہ بلند مرتبہ معظموں کے حضور پیش کرتے ہیں، یہ اتار چڑھاؤ باعتبار مرتبہ ہے۔ نہ باعتبار جہت تحت وفوق۔ اور نہ سہی اگر ایک جگہ کوئی لفظ معنی مجازی میں مستعمل ہو تو اس کے حوالے سے دوسری جگہ بھی خواہی نخواہی اسے حقیقت سے توڑ کر مجاز پر ڈھالنا کون سی منطق ہے!

(۳۵) ملا قاری نے جو اس حدیث میں علٰی کو معنی حقیقی پر لیا، زید صاحب اس کی توجیہ یہ فرماتے ہیں کہ وجہ ممانعت یعنی مشابہت یہود ونصاری معنی مجازی یعنی قریب قبر میں نہیں رہتی، اس بنیاد پر معنی حقیقی لیے، یعنی معنٰی حقیقی ہی لینا محتاج وجہ خارجی ہے، اگر خارج سے کوئی وجہ اس کی نہ ملے تو معنی حقیقی نہ لیں گے، اس اُلٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا ہے! علامہ ملا قاری کی عبارت دیکھئے:

قید علیہا یفید اتخاذ المساجد بجنبہا لابأس بہ [69]۔ "علیہا"	(قبروں پر) کی قید یہ افادہ کر رہی ہے کہ ان کے پہلو میں مسجد بنائیں تو کوئی حرج نہیں (ت)

ملاحظہ ہو لفظِ "علی" سے یہ ثابت کیا کہ برابر تو حرج نہیں یا برابر میں حرج نہ ہونے سے علی کو اپنے معنی حقیقی پر لیا۔

(۳۶) علی قاری جب یہاں دربارہ مسجد علی کو معنی حقیقی پر لے چکے، جو آپ کو بھی مسلّم ہے۔ اور یہاں ایک ہی لفظ علٰی ہے جس سے مساجد و سرج کا یکساں علاقہ ہے کہ **والمتخذین علیہا المساجد والسرج** [70] (قبروں پر مسجدیں اور چراغ بنانے والے۔ت) اب اگر دربارہ قبور علٰی کو معنی مجازی پر لیجئے تو کھلا ہوا **جمع بین الحقیقۃ والمجاز** اور وہ باطل ہے۔ لاجرم دربارہ قبور بھی علٰی کو معنی حقیقی پر رکھیں گے، تو جس نے ان کی طرف اسے نسبت کیا ان کے لازم کلام سے استدلال کیا یہ ان پر اتہام کدھر سے ہو جائے گا۔

(۳۷) علی قاری نے دربارہ سُرج جو تین وجہ ممانعت نقل کرکے لکھا: **کذا قال وبعض علمائنا** [71] (ایسا ہی ہمارے بعض علماء نے فرمایا۔ت) قطع نظر اس کے کہ یہ نقل عن المجہول ہے اور ہمارے فقہاء نے اسی وجہ اول پر اقتصار فرمایا ہے کہ اسراف واتلافِ مال ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اور یہی وجہ خود آپ کی مستند بزازیہ میں

[69] مرقاۃ شرح مشکوۃ باب المساجد ومواضع الصلوۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۴۴۴
[70] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر مسجدًا امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۴۳
[71] مرقاۃ شرح مشکوۃ باب المساجد ومواضع الصلوۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۴۴۴

مصرح تھی جسے آپ نے حذف کردیا، اور اوپر روشن ہولیا کہ یہ وجہ صرف قبور عوام میں پائی جاتی ہے، جبکہ وہاں نہ مسجد ہو نہ قبر، سر راہ نہ کوئی تلاوت وغیرہ میں مشغول۔ باقی دو وجہوں میں تعظیم قبور بھی عوام میں متحقق ہوگی خصوصا قبور فُسّاق میں جن کی نسبت آپ فرق پوچھ رہے ہیں، کہ "بزرگوں کی قبروں پر کیوں کرتے ہیں، فاسق فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے۔" فاسق فاجر کی قبر پر کریں تو نفس قبر کی تعظیم ٹھہرے کہ مقبور معظم نہیں بخلاف مزارات کرام کے وہاں قبر یعنی خشت وگِل کی تعظیم نہیں بلکہ ان کی روح کریم کی تعظیم ہے۔ جیساکہ امام نابلسی نے فرمایا: **تعظیما لروحه المشرفة**[72] الخ (ان کے روح مبارک کے لیے الخ۔ت) تعظیم قبور معظمین کہ حقیقۃ تعظیم معظمین ہے۔ کس نے منع کی؟ اختیار شرح مختار اور اسی آپ کی مستند عالمگیری میں ہے:

ثم ینهض فیتوجه الی قبره صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولا یضع یده علی جدار التربة فهو اهیب واعظم للحرمة ویقف کما یقف فی الصلوة[73] اھ قدر الحاجة۔	یعنی پھر کھڑا ہو کر قبر اکرم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو، اور تربت کریمہ کی دیوار پر ہاتھ نہ رکھے کہ اس میں زیادہ ہیبت وتعظیم حرمت کریمہ ہے، اور یوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے اھ بقدر ضرورت۔(ت)

منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط علی قاری میں ہے:

ولیغتنم ایام مقامه بالمدینة المشرفة فیحرص علی ملازمة المسجد وادامة النظر الی الحجرة الشریفة ان تیسراو القبة المنیفة ان تعسر مع المهابة والخضوع والخشیة والخشوع ظاهرًا وباطنًا فانه عبادة کالنظر الی الکعبة الشریفة[74]۔	یعنی مدینہ طیبہ میں حاضری کے دنوں کو غنیمت جانے اکثر اوقات مسجد کریم میں حاضر رہے اور ہوسکے تو مزار اطہر کے حجرہ مقدسہ ورنہ اس کے گنبد مبارک ہی کو دیکھتا رہے۔ خوف وادب اور خشوع وخضوع کے ساتھ کہ اس پر نگاہ ہی عبادت ہے جیسے کعبہ معظّمہ پر نظر۔(ت)

علامہ القاری فاکہی مکی تلمیذ امام ابن حجر مکی رحمہمااللہ تعالٰی حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں: **ومنها ان لا یستدبر القبر الشریف**[75]۔ یعنی آداب میں سے ہے:

---

[72] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰

[73] فتاوٰی ہندیہ خاتمہ فی زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۶۵

[74] المسلک المتقسط شرح منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ دار الکتب العربی بیروت ص ۳۴۱

[75] حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل

کہ قبر اقدس کو پشت نہ کرے، سید اقدس قدس سرہ نے خلاصۃ الوفاء میں فرمایا: فی الصلوۃ ولا فی غیرھا[76] نہ نماز میں ادھر پیٹھ کرے نہ غیر نماز میں پھر امام عزالدین بن عبدالسلام سے نقل فرمایا:

اذا اردت صلوۃ فلا تجعل حجرتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وراء ظھرك ولابین یدیك والادب معہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد وفاتہ مثلہ فی حیاتہ فما کنت صانعہ فی حیاتہ فاصنعہ بعد وفاتہ من احترامہ والا طراق بین یدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[77]	جب تو نماز پڑھنا چاہے تو حجرہ مطہرہ مزار اطہر کو پیٹھ نہ کر، نہ نماز میں اپنے سامنے رکھ، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ادب بعد وفات بھی ویسا ہی ہے جیسا عالم حیات ظاہر میں تھا، تو جیسا تو اس وقت ادب کرتا اور حضور کے سامنے سر جھکاتا ایسا ہی مزارِ اطہر کے حضور کر۔

یہ سب تعظیم نہیں تو اور کیا ہے۔ اس قسم کے ارشاداتِ ائمہ اگر جمع کئے جائیں تو ایک دفتر ہو، اور خود اس سے زیادہ اور کیا تعظیم قبر اطہر ہوگی، جو حدیث میں ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خواب میں جمال جہاں آرا کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے تعلیم فرمائی در منظّم امام ابوالقاسم محمد لولوی بستی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صلی علٰی روح محمد فی الارواح و علٰی جسدہٖ فی الاجساد وعلٰی قبرہ فی القبور رانی فی منامہ ومن رانی فی منامہ رانی یوم القیامۃ ومن رانی یوم القیامۃ شفعت لہ و من شفعت لہ شرب من حوضی وحرم اللہ جسدہ علی النار[78]۔	جو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح اقدس پر ارواح میں، اور جسد اطہر پر اجسام میں، اور قبر انور پر قبور میں درود بھیجے وہ مجھے خواب میں دیکھے، اور جو خواب میں دیکھے مجھے قیامت میں دیکھے گا۔ اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا میں اس کی شفاعت فرماؤں گا۔ اور جس کی میں شفاعت فرماؤں گا وہ میرے حوضِ کریم سے پیئے گا اور اللہ عزوجل اس کے بدن پر دوزخ کو حرام فرمائے گا۔

اللھم ارزقنا بجاھہ عندك اٰمین (اے اللہ ! ہمیں نصیب فرما ان کی اس وجاہت کے طفیل جو تیرے حضور ان کے لیے ہے۔ الٰہی قبول فرما۔ت)

[76] وفاء الوفاء الفصل الرابع من الباب الثامن احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۱۰
[77] وفاء الوفاء الفصل الرابع من الباب الثامن احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۱۰
[78] در منظّم امام ابوالقاسم محمد لولوی بستی

علماء فرماتے ہیں یعنی یُوں درود شریف پڑھو: **اللّٰھم صل علیٰ رُوح سیدنا محمد فی الارواح اللّٰھم صل علی جسد سیدنا محمد فی الاجسام اللّٰھم صلّ علیٰ قبر سیدنا محمد فی القبور۔** قبر کریم پر درود بھیجنے کا حکم ہوا، اور دورد وہ تعظیم ہے کہ بالاستقلال انبیاء وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں۔

(۳۸) رہی تیسری وجہ کہ وہ آثار جہنم سے ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی۔**

اقول: اس کی غایت ایک تفاول ہے وہ اس قابل نہیں کہ جس کے لحاظ نہ کرنے پر مسلمان لعنت کا مستحق ہو، تو یہ اس کی توجیہ نہیں ہوسکتی، شرع کو ایسی فالوں کا اتنا عظیم لحاظ ہوتا تو میّت کو گرم پانی سے نہلانے کا حکم نہ ہوتا کہ وہ بھی آثار جہنم سے ہے۔ **قال اللہ تعالٰی:**

یُصَبُّ مِنۡ فَوۡقِ رُءُوۡسِہِمُ الۡحَمِیۡمُ ﴿۱۹﴾ [79]۔	اس (جہنمی) پر انکے سروں کے اوپر سے گرم پانی بہایا جائے گا۔ (ت)

حالانکہ وہ شرعًا مطلوب ہے۔ درمختار میں ہے:

یصب علیه ماء مغلی بسدران تیسر والا فماء خالص [80]۔	اس (میّت) پر بیری جوش دیا ہوا پانی بہایا جائے اگر میسر ہو، ورنہ سادہ پانی۔ (ت)

ردالمحتار و نہرالفائق میں ہے:

افادان الحار افضل سواء کان علیه وسخ اولا۔ [81]	اس سے مستفاد ہوا کہ گرم پانی بہتر ہے میّت کے جسم پر میل ہو یا نہ ہو۔ (ت)

اور بفرضِ تسلیم اس کا محل وہی ہے کہ خاص قبروں پر چراغ رکھیں کہ فال ہے تو اس میں ہے نہ کہ اس کے گرد یا مناروں یا احاطہ کی دیواروں پر" علماء نے تفاول کے سبب جب پکی اینٹ قبر میں لگانی مکروہ بتائی کہ وہ آگ دیکھے ہوئے ہے والعیاذ باللہ تعالٰی، تصریح فرمائی کہ یہ اس صورت میں ہے کہ خاص لحد پر پختہ اینٹیں لگائیں جو قریب میّت ہے ورنہ بالائے قبر اس میں حرج نہیں، یہ خود آگ ہے۔ اس میں بالائے قبر بھی حرج ہے مگر حول میں حرج

---

[79] القرآن ۲۲/ ۱۹

[80] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۰

[81] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۷۵

مسلم نہیں، ردالمحتار میں ہے:

یسوی اللبن علیه والقصب لاالاجر المطبوخ والخشب لو حوله اما فوقه فلایکره۔[82]	اس پر کچّی اینٹ اور بانس چُن دیں، پکی اینٹ اور لکڑی اس کے گرد نہ رکھیں، ہاں اوپر ہو تو حرج نہیں۔(ت)

ابن ملک بدائع میں ہے:

لانه مما مسته النار فیکره ان یجعل علی المیّت تفاولا[83]۔	اس لیے کہ اس پر آگ کا اثر پہنچا ہوا ہے تو تفاول کے سبب میّت پر چننا مکروہ ہے۔(ت)

حلیہ میں ہے:

قال الامام التمرتاشی هذا اذاکان حول المیّت فلوفوقه لایکره[84]۔	امام تمرتاشی نے فرمایا: یہ اس وقت ہے جب خاص میّت کے گرد ہو، اوپر ہو تو مکروہ نہیں۔(ت)

(۳۹) کس نادانی کا اعتراض ہے کہ علی معنی حقیقی پر لیں تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں چراغ جلائے تو وہ جائز ہو جائے۔ دربارہ مسجد تو آپ کو بھی مسلّم کہ علٰی معنی حقیقی پر ہے تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں مسجد بنائے یا نماز پڑھے تو وہ جائز ہو جائے، کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے۔ اب بھی کہیے کہ استغفر اللہ ۔ یہ حدیث کے ساتھ مضحکہ کرنا ہے۔

(۴۰) کثرتِ چراغاں کا ذکر روشنی روضہ انور میں گزرا اور اس کے متعلق احیاء العلوم شریف کی ایک عبارت اور لکھیں کہ موافقین کے دل روشن ہوں اور مخالفین کی آنکھیں چکاچوند سے جلیں، امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی قبیل کتاب آداب النکاح میں فرماتے ہیں:

حکی ابو علی الرودباری رحمه الله تعالٰی عن رجل انه اتخذ ضیافة فاوقدفیها الف سراج وقال له رجل قداسرفت فقال له ادخل فکلما اوقدته لغیر الله	یعنی امام اجل عارفِ اکمل، سند الاولیاء حضرت سید نا امام ابو علی رودباری رضی اللہ تعالٰی عنہ (کہ اجلّہ اصحاب سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہیں ۳۲۲ ہجری میں وصال شریف ہے،

[82] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۵

[83] بدائع الصنائع فصل فی سنۃ الحفر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۱۸

[84] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فاطفئه فدخل الرجل فلم يقدر على اطفاء واحد منها فانقطع[85]۔	امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ نے رسالہ مبارک میں ان کی نسبت فرمایا اظرف المشائخ واعلمھم بالطریقۃ (مشائخ میں سب سے زیادہ عقلمند اور طریقت کے سب سے بڑے عالم۔ت)

حکایت فرماتے ہیں کہ ایک بندہ صالح نے احباب کی دعوت کی اس میں ہزار ہا چراغ روشن کیے، کسی نے کہا آپ نے اسراف کیا، صاحب خانہ نے فرمایا: اندر آیئے جو چراغ میں نے غیر خدا کے لیے روشن کیا وہ گُل کردیجئے، معترض اندر گئے، ہر چند کوشش کی ایک چراغ بھی نہ بجھاسکے، آخر قائل ہوگئے وللہ الحمد۔

بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ قبور عامہ ناس پر روشنی جب خارج سے کوئی مصلحت مصالح مذکورہ کے امثال سے نہ ہو ضرور اسراف ہے اور اسراف بیشک ممنوع، فقہاء اسی کو منع فرماتے ہیں، کہ یہی علت منع بتاتے ہیں، اور اگر زینت قبر مطلوب ہو تو قبر محل زینت نہیں، اب بھی اسراف ہوا، بلکہ کچھ زائد، یوں ہی اگر تعظیم قبر مقصود ہو کہ یہاں تعظیم نسبت نہیں رہے مزارات محبوبان اللہ، ان میں اگر زینت قبر یا تعظیم نفس قبر کی نیت ہو یہاں بھی وہی ممانعت رہے گی کہ یہ نیتیں شرعًا محمود نہیں، اور اگر ان کی روح کریم کی تعظیم وتکریم مقصود ہو، اب نہ اسراف ہے کہ نیت صالحیہ موجود ہے، نہ تعظیم قبر، بلکہ تعظیم روح محبوب، اور وہ شرعًا بلاشبہہ مطلوب، امام اجل تقی الدین سبکی وامام نورالدین سمہودی وامام عبدالغنی نابلسی رحمہم اللہ تعالٰی اسی کو جائز بتاتے ہیں اور کسی کے قلب پر حکم لگانا کہ اسے تعظیم قبر ہی مقصود ہے نہ کہ تعظیم روح ولی محض خراف وبدگمانی وحرام بنص قرآنی ہے۔ قال اللہ تبارك وتعالٰی:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾[86]	اور اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ بیشک کان، آنکھ ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔ (ت)

وقال اللہ تبارك وتعالٰی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ[87]۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم	اے ایمان والو! زیادہ گمان سے بچو، بلاشبہہ بعض گمان گناہ ہیں (ت) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

[85] احیاء العلوم والدین الباب الرابع من آداب الضیافۃ مکتبہ ومطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۲۰

[86] القرآن ۱۷/ ۳۶

[87] القرآن ۴۹/ ۱۲

افلا شققت عن قلبه[88]۔ وقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ایّا کم والظن فان الظن اکذب الحدیث[89]۔	تو تونے اس کا دل کیوں نہ چاک کیا؟ (ت) اور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: گمان سے بچو کہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے (ت)

اور تعظیم رُوح اور تعظیم قبر میں فرق نہ کرنا سخت جہالت ہے، عارف نابلسی کا ارشاد گزرا، اور امام سمہودی فرماتے ہیں:

لیس القصد تعظیم بقعة القبر بعینها بل من حل فیها[90]۔	خاص زمین قبر کی تعظیم مقصود نہیں بلکہ اس کی تعظیم مقصود ہے جو اس میں فروکش ہے۔ (ت)

بلکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ مسند شریف میں بسند حسن روایت فرماتے ہیں:

اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجهه علی القبر فاخذ مروان برقبته ثم قال هل تدری ماتصنع فاقبل علیه فقال نعم انی لم اٰت الحجر انما جئت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولم اٰت الحجر سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یَقُوْلُ لَاتَبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَه اَهْلُه وَلٰکِنْ اِبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَه غَیْرُ اَهْلِه۔[91]	یعنی مروان نے اپنے زمانہ تسلط میں ایک صاحب کو دیکھا کہ قبر اکرم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں مروان نے ان کی گردن مبارک پکڑ کر کہا: جانتے ہو کیا کررہے ہو؟ اس پر ان صاحب نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ہاں میں سنگ وگل کے پاس نہیں آیا ہوں میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں، میں اینٹ پتھر کے پاس نہ آیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا دین پر نہ روؤ جب اس کا اہل اس پر والی ہو، ہاں اس وقت دین پر روؤ جبکہ نااہل والی ہو۔

یہ صحابی سیدنا ابوایّوب انصاری تھے رضی اللہ تعالٰی عنہ__ تو تعظیم قبر وروح مطہر میں فرق نہ کرنا مروان کی جہالت اور اسی کے ترکہ سے وہابیہ کو پہنچی، اور تعظیم قبر سے جدا ہو کر تعظیم روح کریم کی برکت لینا

[88] مسند احمد بن حنبل حدیث اُسامہ بن زید دارالفکر بیروت ۵/ ۲۰۷
[89] صحیح البخاری باب قول اللہ تعالٰی من وصیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴
[90] وفاء الوفاء الفصل الثانی من الباب الثامن داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۶۶
[91] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ایوب الانصاری دارالفکر بیروت ۵/ ۴۲۲

صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی سنت ہے۔اور اہلسنت کو ان کی میراث ملی، وللہ الحمد۔

تنبیہ: سب سے زائد اہم بات یہ ہے کہ زید صاحب سمجھیں تو بہت کچھ حق مانیں، ہدایت کے شکر گزار ہوں یہ کہ تحریر زید کا خاتمہ کلمہ سخت شنیع وشتم قطیع پر ہوا کہ "اس قدر وعید کے بعد بھی کوئی شخص اس میں کٹ حجتی کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قبر میں تصفیہ کے قابل موسٰی بدین خود عیسٰی بدین خود۔"زید نے دو فریق بنائے ایک کہ حق پر بتایا اور دوسرے کو کٹ حجتی کرنے والا، وعید الٰہی کے مقابل ہٹ دھرمی سے پیش آنے والا۔اور اس پر مثال وہ ڈھادی کہ موسٰی بدین خود او رعیسٰی بدین خود، اس تمثیل کی تطبیق کی جائے تو معاذ اللہ جو حاصل نکلے اس کے قہر وخباثت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے، ایسی جگہ انبیاء کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کا ذکر سخت جرات وگستاخی وبدزبانی ودریدہ دہنی ہے۔توبہ فرض ہے اور اللہ تعالٰی ہادی،

وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہٖ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارك وسلم، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی ہمارے آقا مولٰی حضرت محمد، ان کی آل، ان کے اصحاب، ان کے فرزند اور ان کی جماعت پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے، اورخدائے پاک برتر خوب جاننے والا ہے۔(ت)